UNIVERSAL LIBRARY
OU_222976
UNIVERSAL LIBRARY

خبریں اور خطوط ۳۲

جو خفیہ طور پر جرمن نیشنل فریڈم
پارٹی کو بھیجے گئے :-

"پیش لفظ"

اے - ایچ - آغا

نوعِ انسان تہذیب و ایجادات کے اُس زریں دَور سے گذر رہی تھی۔ جو تواریخ انسانی میں تہذیب و ایجادات کا دَور ہونے کی وجہ سے بڑی اہمیت رکھتا ہے اور عقلِ انسانی فہم و فراست کے اُن مَنازِل کو طے کر رہی تھی۔ جہاں پہنچ کر عقل خود ایک طلسم کی صورت اختیار کر لیتی ہے ——— اِتنے میں ایک ہولناک آندھی دیارِ یورپ سے اُٹھی اور ہمیں بتایا گیا کہ اِس کا نام "فتنۂ نازیت" ہے۔ جو کہ تمام کائنات سے اُلجھنے کا متمنی ہے ——— ایسے لاکھوں فتنے ہماری آنکھوں کے سامنے بلند ہو کر خاموش ہو چکے تھے۔ اِسلئے ہمارا خیال تھا کہ یہ بھی اُنہیں کی طرح نیست و نابود ہو جائیگا۔ لیکن اس کے برعکس وہ فتنہ ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے سویٹ لاما کے زیرِ اثر نیرنگِ زمین و زندگی پر محیط ہو گیا۔ اور وقت نے عالمگیر خطرے کا ناقوس پھونک دیا۔

ہٹلر سٹالن اتحاد ایک ہولناک ہنگامے کے سرگرمِ عمل ہونے کا پیش خیمہ تھا۔

یا یوں سمجھ لیجئے کہ برلن، ماسکو پکٹ پولینڈ، بلجیم، ڈنمارک، ناروے اور فرانس جیسی ٹھوس غذاؤں کو ہضم کرنے کی معجون تھی۔ جو کہ سٹالن نے ہٹلر کو عنایت کی اور جس کے سہارے ہٹلر ان ہمسایہ ریاستوں کو ہضم کرنے کے لئے اُن کی طرف بڑھا۔ اکتوبر ۱۹۳۹ کے آخیر میں جرمنی کے نازی ڈکٹیٹر نے اپنے نئے مددگار کے بل بوتے پر اپنی ناقابل تسخیر غیر انسانی قوتوں کے زعم میں پولینڈ کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا۔ ہٹلر کا الٹی میٹم پولینڈ تک ہی محدود نہ تھا۔ بلکہ بیسویں صدی کی تہذیب کو کھلم کھلا چیلنج تھا۔ اس لئے دیارِ یورپ کے ہر کونے سے مدبر اور ملکی ڈپلومیٹ یعنی بیسویں صدی کے کلچر کے بانی مبانی اپنے تاجداروں کی طرف سے پیام سکون لیکر ہٹلر کے پاس پہنچے۔ اور نازی ڈکٹیٹر کو اس غیر انسانی اقدام سے باز رہنے کی تنبیہ کی۔ لیکن ملک گیری کی ہوس کا نشہ اُس پر اس قدر غالب تھا کہ نازی قائداعظم نے اُنکی ایک نہ سُنی اور جرمنی کے شیطانی ٹولے دگوئرنگ، ہرفان ربن ٹراپ اور ہملر کے بہکانے پر جنگی کابینہ کا اجلاس منعقد کر کے اپنے خونی ارادوں کو جامۂ عمل پہنا دیا۔ اور بغیر کسی الٹی میٹم کے نازی فوجوں کو پولینڈ پر حملہ کرنے کا حکم دے دیا۔ جنہوں نے فیلڈ مارشل ہرمن گوئرنگ کے زیر کمان پولینڈ پر ہلہ بول دیا۔ اور گوئرنگ نے وارسا پر اپنے ہاتھ سے پہلا بم پھینک کر نہ صرف یورپ کی سٹیج پر ایک خونی ڈرامے کا افتتاح کیا۔ بلکہ کائنات میں ہنگامۂ حرب و پیکار گرم کر دیا۔ پولش جانباز اپنی جنم بھومی کی آزادی کو

برقرار رکھنے کے لئے جس جرأت و ہمت سے لڑے۔ اُس کا ذکر میرے خیال میں صدیاں گذر جانے کے بعد بھی وقت کی زبان پر رقص کریگا۔ اگر آج پولینڈ وقتی طور پر غلام ہو چکا ہے۔ تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ ہمیشہ ہی غلام رہیگا۔ ایسی بہادر قومیں جو آستانۂ آزادی پر کٹ مرنے کو حیاتِ جاوید سے تعبیر کرتی ہیں مجسم ہو جانے کے بعد وقت کی آواز پر اپنی خاکستر سے دوبارہ جنم لیا کرتی ہیں۔ اور اُن کی وقتی شکست ایک شاندار فتح کا پیش خیمہ ہؤا کرتی ہیں:۔

پولینڈ کو مکمل برباد کرنے کے لئے ایسے ایسے سائنٹیفک آلات اور حربے استعمال کئے گئے۔ جن کے دھانوں سے نکلتے ہوئے شعلوں کے احتراق سے توپیں پگھل گئیں۔ ایسی ایسی مہلک تنویریں بروئے کار لائی گئیں۔ جنکو چھوتے ہی انسانی خون بھاپ بن کر اڑ جاتا ہے۔ (ایسے آلات کو اگر دھرتی کے سینے پر چلتے پھرتے جوالا مکھی پہاڑ کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا) فولاد کے مافوق الفطرت انسانوں نے طیاروں میں پرواز کر کے مطلوبہ شہروں پر آتشگیر بموں کی بارش کی۔ اس کے علاوہ کوہ شکن ٹینک حسین و جمیل دیاروں کو قبرستان بنانے والے بمبار طیارے، پیراشوٹش کے ذریعے تاریکی میں اُترے ہوئے پدر دھروں کے غول اور نوع انسان کو ابدی نیند سُلانے والی زہریلی گیس اور جرا شیم کے بم۔ جرمنی کی وہ ایجادیں ہیں جو اُن کی دماغی کاوشوں کا نتیجہ ہوتے ہوئے اُن کے ہی ہبوط و بال کا باعث ہونگیں:۔

موجودہ جنگ کی تباہ کاریوں کے ہولناک مناظر کو مدِ نظر رکھتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر یہ جنگ دو سال تک اور جاری رہی اور تہذیب و تمدن کے جانی دشمن یعنی محوری اور آمری لٹیروں کی گردن نہ کاٹی گئی تو آئندہ آنے والے زمانہ کی نسلیں آسمانوں کے نیچے بدترین سسکنے والی پا بہ سلاسل مجروح قومیں ہونگیں۔ اور دیار لٹے برباد نوعِ انساں کے سینے کے وہ چاک ہونگے جنہیں سینے کے لئے سوزن عیسٰی بھی ممکن ہے اعترافِ شکست کرے اور آسمان کی چشمِ حسود کائنات کی اجڑی ہوئی عظمت کا مضحکہ اڑائے۔

نازیوں کی غیر انسانی قوتیں پولینڈ بلجیم۔ ڈنمارک اور ناروے جیسی کمزور ہمسایہ قوموں کو تاخت و تاراج کرتی ہوئی سرزمین فرانس میں جسے مجاہدوں کا گہوارہ کہنا زیادہ موزوں ہوگا، داخل ہوگئیں۔ میرا خیال ہے۔ اسوقت نپولین اعظم کی ہڈیاں پھر ایک نئے وجود کو حاصل کرنے کے لئے قبر میں تڑپتی ہونگی ـــــــ جان آف آرک کی روح اسیرِ عقاب کی طرح مقبرے کی چار دیواری میں چکر لگاتی ہوگی۔ کاش یہ مجاہدانِ وطن اور مادر فرانس کے سرفروش سپوت بقیدِ حیات ہوتے اور اپنی فلک شکن شمشیروں سے نازی عظمت کی دھجیاں اڑا دیتے۔ اور کمزور و ناتواں ملتوں کو لوٹنے والے نازی لٹیروں کو ہولناک سزائیں دیتے ـــــــ فرانس کا اِن ننگِ انسانیت طاقتوں کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دینا اِن جانبازوں کی توہین تھی۔ لیکن کیا یہ ہو سکتا تھا وقت کے فیصلے کو بدلنا انسانی قوت سے بالاتر ہے۔

سقوطِ پیرس کے ساتھ ہی اٹلی نے کائنات کے فرسودہ بعد کہنہ نظام کو نئے سانچے میں ڈھلتا دیکھ کر رومتہ الکبریٰ کے دیرینہ خواب کو دجوکہ حروبِ صلیبیہ میں رومی پاپاؤں نے دیکھا تھا) پورا کرنے کے لئے برٹش ایمپائر کے خلاف اعلان جنگ کرتے ہوئے صومالی لینڈ پر دہاوا بول دیا۔ برٹش ایمپائر اسوقت اپنی حیات کو برقرار رکھنے کے لئے اپنے گھر کو مضبوط کرنے کی جدوجہد کر رہی تھی۔ اس لئے یہ علاقہ اطالیہ کو بغیر کسی قیل وقال کے ہاتھ آگیا لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ برٹش ایمپائر اطالیہ کا مقابلہ نہ کر سکی۔ آج اگر برطانیہ کو لمحہ کیلئے بھی سہولت کا سانس لینا میسر ہو جائے اور وہ اٹلی کو کھنڈرات میں منتقل کرنے کے لئے غروبِ آفتاب کے بعد اٹلی پر حملہ آور ہو تو صبح کو جسوقت شہنشاہِ خاور دریچۂ مشرق سے جھانک کر دیکھیگا تو اس کی نگاہیں روما سے سر بفلک شعلوں کو بلند ہوتا دیکھے گیں۔ یہ وہی منظر ہوگا جو کہ صدیاں گذریں نیرو نے روما کو آگ لگا کر بربط بجاتے ہوتے یونانی دیوتاؤں کے سامنے پیش کیا تھا۔

جرمنی۔ پولینڈ۔ بلجیئم۔ ناروے۔ ڈنمارک اور فرانس کی آزادی کو غصب کرنے کے بعد برطانیہ سے الجھ گیا۔ کئی ہفتوں تک انگلستان کی غیر مصافی آبادی پر آگ برسائی گئی۔ فرانس کے ساحل پر سے قوی ہیکل توپوں کے ذریعہ ساحلِ انگلستان پر بھاری بھر کم بم پھینکے گئے۔ جس کا جواب برطانیہ نے ترکی بہ ترکی دیا۔ آخر جب جرمنی کوئی بھی حربہ کامیاب نہ ہوا تو ریشتاغ میں آکر تقریر طل پر نعرہ دے دیا۔ اسلئے

کہ جرمنی کے شوشل ڈیموکریٹیز اور کمیونسٹ ہٹلر کی ناکامی کا ثبوت پیش کرتے ہوئے کہیں جرمن پبلک میں بغاوت نہ پھیلا دیں۔ تو اُس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ جرمنی کے پاس فضائی قوت کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔ اگر وہ بحری اور عسکری قوتوں کا بھی مالک ہوتا تو آج سے دو ماہ پہلے اُس نے ساحلی راہ سے برطانیہ پر حملہ کر دیا ہوتا۔
اب موسم سرما کا آغاز ہے اور چند ہی دنوں تک محاذِ جنگ کی فضائیں کہر آلود ہو جائیں گی جو کہ طیارہ رانی کے لئے سازگار نہیں ہیں۔ اس لئے جرمنی کا جوش و خروش سرد پڑتا جا رہا ہے۔ اور اُس نے دوسری طرف رُخ پھیر لیا ہے۔ چنانچہ ایک طرف مارشل فرانکو کو جبل الطارق پر حملہ آور ہونے کی ترغیب دی جا رہی ہے۔ یعنی کہ ہٹلر بحرہ روم کو اپنے حیطۂ اقتدار میں لیکر برطانیہ کے بحری اقتدار اور عظمت کو خاک میں ملانے کے موہوم خواب دیکھ رہا ہے ـــــ اور دوسری طرف اطالیہ کے فاشی ڈکٹیٹر مسولینی کو اکسا رہا ہے کہ "نازی قوتیں تمہاری معاون ہیں۔ رستہائے بلقان کو ہضم کر جاؤ" اور مسولینی تو چاہتا ہی یہی تھا ـــــ لیکن رستہائے بلقان کو ہضم کرنا بازیچۂ اطفال نہیں اطالیہ کو لاکھوں تلاطموں کا مقابلہ کرنا ہوگا۔ کیونکہ اسلامی جمہورتیں اور

ملتیں اِن ممالک کو نازی اور فاشی استعمار کے ہاتھوں سے محفوظ رکھنے کے لئے اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہادیں گے ——— اور ممکن ہے۔ جمہوریہ انگورہ یونان میں رونما ہونے والے حالات کا جائزہ لیتے ہوتے اپنی حیات کو محفوظ رکھنے کے لئے اطالیہ کے راستے میں حائل ہوجائے؛

اس جھپٹا جھپٹی کے زمانہ میں دو چاند کی اولاد،، یعنی کائنات کی عجیب ترین مخلوق جاپان نے بھی بال و پَر نکالے ہیں۔ اور چھوٹے چھوٹے علاقوں پر قابض ہوتا جا رہا ہے ——— جس کا خمیازہ اُسے آنے والے وقت میں بھگتنا پڑے گا —— میرے خیال میں موجودہ جنگ کے بعد جبکہ دُنیا پرسکون کا دَور دَورہ ہوگا۔ کائناتِ عالم کے ہر خطّے سے سیاح اس عجیب ترین مخلوق کے باقیات کا مُطالعہ کرنے کے لئے جایا کریں گے ؛

جرمنی۔ اَطالیہ اور جاپان کے اتحاد کے بعد جنگ ہندوستان کے دروازے پر پہنچ چکی ہے۔ اور خاص کر جاپان کے رویے سے تو صاف ظاہر ہے کہ وہ مشرق کے دوسرے حصّوں میں بھی اسی طرح تباہی مچائیگا۔ جس طرح کہ وہ چین میں تباہی مچا رہا ہے۔ اِس لئے ہندوستان کے تحفّظ کے انتظاما کے سلسلہ میں جلد سے جلد ایک وسیع اسکیم تیار کی جائے۔ جس کی رُو سے جہاں دوسرے اِنتظامات کئے جائیں۔ وہاں لنڈن۔ برلین کی طرح شہروں میں بم پروف

تہ خانے بنائے جائیں۔ اہم مقامات پر اینٹی ایئرکرافٹ گنسز (طیارہ شکن) توپیں نصب کی جائیں۔ اور آگ بجھانے والے انجن تیار کئے جائیں تاکہ آڑے وقت میں ہم اپنے آپ کو محفوظ کر سکیں ۔

ہندوستان کے تحفظ کی تجویز کے بعد میں آپ سے گذارش کرتا ہوں کہ ہندوستان کے طول و عرض میں بسنے والی تمام قومیں اپنے مذہبی یا سیاسی اختلافات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ہندوستان کے تحفظ کے مسئلہ پر غور کریں۔ کیونکہ دُنیا اس وقت نہایت ہی خطرناک دَور سے گذر رہی ہے۔ اور کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا ہونے والا ہے ۔

× × × × ×

× × × ×

پہلا خط

جنوبی جرمنی

مارچ سنہ ۱۹۳۹ء

۱۱

پچھلی سردیوں میں انفلوئنزا کی وبا نے ملک بھر میں قیامت برپا کر رکھی تھی اور سنٹ گارٹ میں تو یہ مہلک مرض اس حد تک پھیل گیا تھا۔ کہ فروری کے دوسرے ہفتے تک حفظانِ صحت کے قومی ادارہ کے پاس ساڑھے پانچ ہزار وبازدگان کی اطلاعات پہنچ چکی تھیں ——— فنا کا بازار بڑی تیزی سے گرم تھا۔ اور اس وبا کے سریع الاثر ہونے اور اس کی ہلاکت آفرینی کے احساس نے ہم لوگوں میں ایک عجیب طرح کی بے چینی پھیلا رکھی تھی۔ مقامی حکام متذکرہ بالا اطلاعات کو محض مبالغہ آمیز افواہوں پر محمول کرنے پر مجبور تھے ——— محکمۂ حفظانِ صحت کے مہتمم اعلیٰ

ھرمنڈٹر نے مصلحت دیکھ کر نمائندگانِ صحافت کو مدعو کیا۔ اور انہیں مختلف ضروری ہدایات کیں۔ جو اُس کے بیان کی صُورت میں عوام تک پہنچی تھیں +

۱۹۱۸ کی خوف دِلانے والی یاد ہمارے دِلوں میں تازہ ہوگئی۔ اُن ایام میں بھی انفلوئنزا کی قسم کی ایک وبا زوروں پر تھی۔ جس کی چیرہ دستیاں ہزار ہا ابنائے وطن کی موت کی صُورت میں وبائے طاعون کی طرح وسیع و بسیط ہو چکی تھیں۔ اس وبا کے اسباب تو کچھ اور ہی تھے۔ جن کا ادراک اس وقت ہمارے شان و گمان میں بھی نہ تھا اور آج ——— ! آج ہم یہ بات بالکل نہیں چھپا سکتے۔ کہ ہماری جسمانی قوتِ مدافعت اور ہماری روحانی طاقت کافی سے زیادہ کمزور ہو چکی ہے ——— ناکافی غذا، گھٹیا خوراک، اور گوشت اور دوسری مرغن اشیا کا نہایت قلیل مقدار میں میسّر ہونا ——— ان سب نے ایک اہم مگر ضرر رساں اثر ہماری صحت پر ڈالا ہے ——— سیاسی پیچیدگیوں کے دوامی خلفشار، جنگ اور اُس کے تباہ کن نتائج کے خوف، اور اندرونِ ملک کی طرح طرح کی اُلجھنوں کے متواتر دباؤ نے ہماری معاشرتی اور اخلاقی قوتوں کو کافی سے زیادہ صدمہ پہنچایا ہے ——— ہم اس آئے دِن کی کشمکش سے تنگ آگئے ہیں ——— صرف غم و غصہ کے وقتی ہیجانات

کی بدولت خون ہماری نسوں میں جوش مار رہا ہے ———— ہم تھک کر چور ہو گئے ہیں۔ اور وہ دِن دور نہیں۔ کہ ہم کسی دوسرے ذہنی اضمحلال یا جسمانی عقوبت میں مبتلا ہو کر رہ جائیں ———— سچ پوچھئے تو ہمیں اپنے رہنماؤں پر ذرہ برابر اعتبار نہیں رہا۔ اور محسوس کر رہے ہیں۔ کہ ہم کسی ایسی سرزمین پر کھڑے ہیں جس کے ذرّے ذرّے میں شکست انجام تزلزل پنہاں ہے ✦

پچھلے دِنوں حکومت کی طرف سے جو اقدامات ظہور پذیر ہوئے۔ وہ اور بھی ہلاکت خیز ہیں ———— ریزرو (محفوظ) فوجوں کو بُلا لیا گیا ہے۔ اور جنگ کی خبریں ایک بار پھر بجلی کی سی سُرعت کے ساتھ ملک کے اطراف و جوانب میں پھیل گئی ہیں ———— عوام کو میں نے اکثر یہ سوال کرتے سُنا ہے ✦

"یہ لوگ فی الحقیقت ہمارے مفاد کے لئے کیا کر رہے ہیں؟"

انفلوئنزا کی وبا کے زمانہ میں جو بقول اطبّا فروری کے دوسرے ہفتہ تک اپنے انتہائی مدارج تک نہ پہنچی تھی۔ یہ تلخ حقیقت مشاہدہ میں آئی۔ کہ شفاخانے اور اُن کے دوسرے ضروری لوازمات مریضوں کی روز افزوں اور حیرت انگیز تعداد کے لئے قطعاً ناکافی تھے۔ ڈاکٹروں کی کمی ایک اور مصیبت تھی ————

ستّر ستّر اور اسّی اسّی مریض نوآزمودہ ڈاکٹروں کے سپرد ہوتے تھے اور مریضوں کی اس فراوانی پر بھی نوجوان اور ناتجربہ کار ڈاکٹروں کی تعداد میں خطرناک کمی موجود تھی۔ عوام کا یہ مطالبہ تھا۔ کہ "کیوں یہودی ڈاکٹروں کو کام کرنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ جب کہ ہم اس وقت اُن کی امداد کے بے حد محتاج ہیں ——"

سینکڑوں یہودی ڈاکٹر بے کار بیٹھنے پر مجبور ہیں —— اُن کا پیشہ جبراً بند کروا دیا گیا ہے۔ اور بے چارے مریض ہیں۔ کہ طبی امداد سے محروم کس مپرسی کی حالت میں پڑے ہیں —— یہ صریحاً دیوانگی ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ نازی ہمیں تباہ کرنے کی باقاعدہ کوششوں میں مصروف ہیں۔ شاید اُن کو بھی اِس پُرانے مقولہ سے اتفاق ہے۔ کہ "بیس کروڑ جرمنوں کی دُنیا میں موجودگی ضرورت سے زیادہ ہے ——"

حال ہی میں، مَیں اپنے ایک واقف کار ڈاکٹر سے موجودہ حالات پر گفتگو کر رہا تھا۔ اس نے مجھے صحت عامہ کے متعلق اپنی تازہ معلومات کی ہولناک تفصیل سنائی۔ اور بے حد افسوس کے ساتھ اس امر کی شکایت کی۔ کہ "ڈاکٹری کے طلبا کی تعداد میں روز بروز کمی واقع ہو رہی ہے۔ اور طلبا کا نوآموز طبقہ بالکل

ناتجربہ کار اور غیر تربیت یافتہ ہے"۔ پھر اس نے مجھے بتایا۔ کہ "ڈاکٹروں کی تعداد میں اضافہ کرنے کے واسطے حصولِ تعلیم کے مقررہ زمانہ میں پورے دو سال کی کمی کر دی گئی ہے۔ طبّی درسگاہوں میں تعطیلات بند کر دی گئی ہیں۔ تاکہ چھٹیوں کے زمانہ میں عملی تجربات کے نصاب کی کمی کو پورا کیا جا سکے۔ اور جہاں تک ممکن ہو سکے۔ طلبا کو اُن کے آئندہ پیشہ کا محض ایک عنصر بنا دیا جانا ہی ضروری خیال کیا جاتا ہے۔ اور جوں جوں امتحان کا زمانہ قریب آتا جاتا ہے۔ اُس کی لازمی جزئیات گھٹتے گھٹتے برائے نام رہ جاتی ہیں۔ ڈاکٹروں کی ضرورت کی تو پکار پڑی ہوئی ہے۔ مگر اس امر کی چنداں پرواہ نہیں۔ کہ اُن کا مشاہدہ اور تجربہ بھی کوئی ضروری یا اہم چیز ہے ——— دراصل ہمارا پھر وہی حال ہونے کو ہے۔ جو جنگِ عظیم کے اُن بدترین ایام میں تھا۔ جبکہ درسگاہوں کے نہایت لازمی اور لابدی امتحانات ضرورتِ وقت سے مجبور ہو کر جلد جلد ختم کر دیئے جاتے تھے۔ علاوہ ازیں ہمارے نوجوان اساتذہ بالکل کورے ہیں۔ اور اکثر تو اتنی معلومات نہیں رکھتے۔ جتنی کہ ایک طالب علم دو سال کی تعلیم کے بعد حاصل کر لیتا ہے"۔

کچھ عرصہ ہوا۔ اِس حقیقت کو صاف طور پر تسلیم کر لیا گیا۔ کہ ڈاکٹروں کی کمی

اور نوآموز اطباء کے بیشتر حصہ کی ناتجربہ کاری پر قابو پانا حکومت کے بس کا روگ نہیں۔ نہ ہی تحفظِ صحتِ عامہ کے لئے کوئی عملی ذرائع مہیا کرنا گورنمنٹ کے اختیار میں ہے ———— یہ تھی سب سے بڑی نازی اصلاح جس کا آخر کار اعلان کیا گیا ———— !

عوام کی ضروریات کے مطابق اوّل تو ڈاکٹروں کی آسامیاں ہی طبی اداروں میں خاطر خواہ موجود نہیں۔ اور اس پر طرّہ یہ کہ جو کم و بیش ہیں۔ انہیں پُر کرنے کے واسطے بھی تربیت یافتہ ڈاکٹر نہیں ملتے ———— !

ہسپتالوں کے ڈاکٹروں اور اُن کے معاونین کی تنخواہیں ادا کرنے کے واسطے کافی روپیہ موجود نہیں۔ چنانچہ نصف سے زیادہ آدمی ایسے بھی ہیں جن کی حیثیت محض رضاکارانہ ہے ———— کچھ ایسے بھی ہیں جنہیں کچھ تھوڑا بہت مل جاتا ہے۔ لیکن زیادہ فائدے میں وہ ہیں۔ جن کے لئے خوراک اور رہائش کا مفت انتظام ہے۔ کیونکہ اگر بے چارے تنخواہ پاتے۔ تو وہ روزمرہ کی ضروریات کے واسطے بمشکل ہی کفالت کر سکتا ———— !

اگر آپ اصلی حالات دریافت کرنا چاہتے ہیں۔ تو ہمارے طبّی اداروں

میں جا کر دریافت کرنے کی دیر ہے۔ آپ کو ہر طرف سے شکایات ہی سنائی دینگی۔ موجودہ وقت میں دھیان کا کام پہلے کی نسبت کہیں زیادہ ہو گیا ہے لیکن آسامیاں خالی پڑی ہیں۔ اور کارندے مفقود ——— ! وجہ سوائے اس کے اور کیا ہو سکتی ہے۔ کہ یا تو کارندے ہی نہیں ملتے اور یا پھر اگر ملتے ہیں تو اُنہیں ادا کرنے کے لئے روپیہ موجود نہیں ——— ہمارے نوجوان ڈاکٹر جو شفاخانوں اور مطبوں میں متقرر ہیں۔ حد سے زیادہ کام کے بوجھ سے اس طرح وبلے ہوئے ہیں۔ کہ خود اُن کی اپنی صحت خطرے میں پڑ گئی ہے اُن کی زندگی ایک مسلسل شور و شغب میں گزر رہی ہے۔ اس پر مالی مشکلات اور تفکرات کا سامنا اور رنجیدہ اور حوصلہ شکن ہے۔ بھلا ایسے حالات میں وہ اپنے کام میں کیا خاک دلچسپی لے سکتے یا دلی شوق سے اپنی قابلیت اور تجربات کو وسعت دینے کی کوشش کر سکتے ہیں ——— اور ان سب نتائج کا محض محکمہ طبیات کو ہی نہیں۔ بلکہ تمام قوم کو اچھی طرح احساس ہے +

حکام ان حالات کو خوب سمجھتے ہیں۔ لیکن دیدہ و دانستہ روک تھام نہیں کرتے۔ وہ محض جزئیات کے مشاہدہ پر ہی قانع رہتے ہیں اور کلیات

سے آنکھیں موندے ہوئے ہیں ——— حال ہی میں ہمارے ایک میڈیکل افسر ڈاکٹر موولیسے نے اپنے ایک پبلک لیکچر میں کہا۔ کہ "ڈاکٹروں کے نوخیز طبقہ کے موجودہ اضطراب اور پست ہمتی کو مدِ نظر رکھتے ہوئے یہ خیال پیدا ہوتا ہے۔ کہ اُن کی یہ کیفیات فی الحقیقت بے حد فکر طلب ہیں۔ اور یہ کہ ہمیں ان متذکرہ حالات سے آئندہ پیدا ہونے والے ایک خطرۂ عظیم کی اہمیت کو محسوس کر کے اُس کے حفظ ماتقدم کرنا چاہیے"۔

لیکن ہم جانتے ہیں۔ کہ یہ محض لفاظی ہے۔ اور جو کچھ عملی طور پر کیا جائیگا۔ مثلاً زمانہ حصولِ تعلیم میں کمی وغیرہ۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ حالات کو بد سے بدتر بنانا چلا جائیگا۔

* * * * *

* * * *

دُوسرا خط

وسطی جرمنی

اپریل سنہ ۱۹۳۹ء

مانا کہ پراگ میں ہنڈریچن کے فلک بوس ایوانوں پر فیوہرر کا پرچم لہرا رہا ہے ـــــ مگر جرمن رعایا کے دل مسرت اور زندگی سے تہی دامن ہیں ـــــ تمام مہذب دنیا کو ہمارے خلاف بھڑکا دینے کے بعد ہماری حکومت نہ تو موجودہ سیاسی پیچیدگیوں کو سلجھانے کی کوشش کر رہی ہے! اور نہ ہی اُس سے خوش حال جرمنی اور پُرامن یورپ کی بنیاد قائم ہوسکتی ہے ٭

ہم کیا چاہتے ہیں؟ ـــــ ہم آزاد اور پُرمسرت قوم کہلانا چاہتے ہیں۔ جیسے آزاد اور خوشحال یورپ کے دل میں پُروقار اور باعزت جگہ حاصل ہو۔ ہم نپولین کی سی وسیع سلطنت کے قلب میں بسنے کے خواہشمند نہیں جس کے اطراف میں مطیع ریاستیں پھیلی ہوئی ہوں ۔ اور جو ہر لمحہ منتظر رہیں کہ کب موقع ملے۔ اور ہم ظلم و استبداد کے خلاف سر اُٹھائیں ـــــ دنیا کا سوال تو

درکنار ہم یہ بھی نہیں چاہتے۔ کہ ہمیں تمام یورپ پر حکومت اور برتری حاصل ہو جائے۔

رہم امن۔ آزادی اور محنت سے کمائی ہوئی روٹی کے خواہاں ہیں ——— ہم ان لوگوں کے زیر حکومت ہیں۔ جو حکومت کرنا جانتے ہی نہیں ——— جو ہنرمندی اور قواعد و ضوابط کی صفات سے عاری ہیں۔ اور پھر وہ اپنے آپ کو سیاسی نبرد آزما کہتے ہیں ——— اُن کا عقیدہ ہے۔ کہ ضرورتِ وقت ہی سب سے اہم چیز ہے وہ ابن الوقت ہیں۔ اور مہذب زندگی میں ناکام ثابت ہوئے ہیں، چنانچہ انہوں نے ایسا پیشہ اختیار کیا ہے جو اُن کے خیال میں نہ تعلیم کا محتاج ہے۔ نہ تربیت کا ——— یعنی سیاست!

اپنے سیاسی رہبروں کی رہنمائی میں اب تو ہم خود، سیاسی نبرد آزما بن چکے ہیں۔ اور اُن کے احکام کی بجا آوری میں اُن کے پیچھے قدم بقدم چلے جاتے ہیں۔ ہمارے گلی کوچے قدموں کی بھاری آواز سے گونج اُٹھتے ہیں ——— اور ہم تیز خرام چلے جاتے ہیں ——— "آج جرمنی ہمارا ہے۔ لیکن کل تمام دُنیا ہماری ہوگی"۔ کسی شخص کا یہ مقولہ لاکھوں سروں کا مضمون واحد بن گیا

ہے ـــــ حکومت کرنے کا عزم بالجزم ـــــ حصولِ قوت کے لئے قوت کا استعمال ـــــ بس یہی دو چیزیں نازی پارٹی کے لئے زندگی کا انتہائے مقصود ہیں ـــــ قوت ـــــ اور روزافزوں قوت حاصل کرنے کی حرص اُن کی فہم و فراست سے بیگانہ زندگیوں کی تسکین ہے۔ اور ہم خوب جانتے ہیں۔ کہ ایک دن اُن کی یہی حد سے بڑھی ہوئی حرص جو اعلےٰ اخلاق اور شرافت کے سراسر منافی ہے۔ انہیں تباہی و بربادی کے ہسپتال تک پہنچا دے گی ۔

سب سے بڑا خطرہ جو ہمیں لاحق ہے۔ وُہ یہ ہے۔ کہ کہیں ہم بھی اُن کے ساتھ ہلاکت اور ذِلت کے عمیق گڑھے میں نہ لڑھک جائیں ـــــ توائی اسلحہ کے بوجھ سے جرمنی کی اقتصادی حالت بالکل نقاہت پذیر ہو چکی ہے۔ علاوہ ازیں مذہب کی مخالفت میں نازی اقتدار نے وہ ننگ بشریت مظالم ڈھائے ہیں۔ جن کو سنکر نوعِ انسانیت کانپ اُٹھتی ہے۔ اور آج انہی سخت گیریوں کے باعث جرمنی کی اخلاقی حالت مفلوج ہو چکی ہے ۔

اِس خیال سے ہم سخت مبتلا ہیں۔ کہ اگر جرمنی کسی نئی عالمگیر جنگ میں

مبتلا ہو گیا۔ تو مصیبت زدگان کے نقصان کی ذمہ داری نہ صرف قومی سرکردہ مدبّرین پر بلکہ تمام جرمن قوم پر عائد ہوگی۔ چاہے اس نے کتنی ہی نارضامندی سے "قومی سوشلسٹوں" کا پیش کردہ جوا اٹھایا ہو ——— !

اگر ہم سیاسی نبرد آزما، جن کو اپنا بُرا بھلا سوچنا منع ہے نہ ہوتے۔ تو ہم بھی اس بات کا اچھی طرح اندازہ کر سکتے۔ کہ آج دنیا میں ایک نئے اور نہایت اہم سیاسی دَور کا آغاز ہو چکا ہے۔ جس کی باریکیوں کو سمجھنے سے ہمارے قائدین محض نابلد ہیں ۔

ہمیں اس بات سے پوری طرح باخبر ہو جانا چاہیئے۔ کہ یورپ کا میدانِ سیاست اصولِ استبداد کے لئے جسے مختلف یورپین اقوام نے اختیار کیا ہُوا ہے۔ بالکل تنگ اور ناقابل یکہ تازی ہے ——— گویا یہ ایک سیاسی انفرادیت ہے۔ اور جس طرح مختلف مذاہب اور قومیت سے تعلق رکھتے ہوئے بھی ہم لوگ ایک ہی شہر کے باشندے اور ہم وطن کہلاتے ہیں۔ بعینہٖ اسی طرح مختلف ملکوں اور قوموں سے تعلق رکھتے ہوئے بھی ہم متحدہ یورپ میں مل کر بسنے والے یورپین ہیں ——— کسی زمانہ میں مختلف جرمن فرقے ایک دوسرے

سے بُری طرح لڑا کرتے تھے۔ لیکن اب وُہی فرقے ایک قوم کی صُورت میں امن اور مصالحت کے ساتھ مِل جُل کر رہتے ہیں۔ اب وقت آگیا ہے۔ کہ اسی طرح مختلف یورپین اقوام بھی آپس میں متفق ہوکر ایک منظم اور متحدہ ملک میں رہیں

جو شخص اتحاد یورپ کا خواہشمند ہو۔ اُسے ہمارے مغرور اور چیرہ دست نازیوں کی نخوت آمیز شیخیوں اور اُن کی قوت و اقتدار کی لاف زنیوں سے ہرگز متفق نہیں ہونا چاہیئے ✦

آزاد اور خوشحال یورپ کا آزاد اور خوشحال جرمنی، یہ ہے ہمارا اپنا منتہائے مقصود ——— ! قومی سوشلزم کا قلع قمع اُس کے حصول کا اوّلین اقدام ہے کیونکہ یہ جرمنی اور یورپ دونوں کے لئے نقصان دِہ ہے ——— اِس جنگِ عالمگیر کے آغاز سے پیشتر جس کا ہمیں خطرہ ہے۔ اگر ہم دنیا کے اس اوّل نمبر کے دشمن کو زیر کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔ تو کیا جرمن ہونے کی حیثیت سے ہمیں آئندہ یورپ کے جدید نظم و نسق میں کچھ رائے دینے کا حق حاصل ہوگا ——— ؟

نیشنل سوشلسٹ ہی وہ فرقہ ہے جو فہم و فراست کی بلندیوں پر عبور نہ کر سکا۔ اور جو کبھی اخلاقی، مذہبی، سیاسی اور انسانی پختہ کاری کی حدود تک نہ پہنچ

سکا۔ ان تمام خامیوں سے انہیں اپنے مفتوح مخالفین پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑنے، اُن کے ساتھ سخت کلامی سے پیش آنے اور نازیبا الفاظ استعمال کرنے کا حق حاصل نہیں ہو گیا ــــــ یہ سب شاید اُنہوں نے کارل مے کی لکھی ہوئی کہانیوں سے سیکھا ہو۔ جو اُس نے امریکہ کے سُرخ فام ہندوستانیوں کے متعلق لکھی ہیں ــــــ تاہم یہ طرزِ عمل اُن کے غیر جرمن، بُزدل اور بدطینت ہونے کی بیّن دلیل ہے ــــــ ◆

سُرخ فام ہندوستانیوں کے کھیل کا منظر ہم بہت کچھ دیکھ چکے۔ اور اِن لیڈروں کے ساتھ جن کے ہم زیر حکومت ہیں۔ ہمارا اُس وقت تصفیہ ہو سکتا ہے۔ جب ہم انہیں یہ اچھی طرح بتا دیں۔ کہ "ہم جرمن شہریوں، کیا کسان اور کیا مزدور، کسی کو بھی اُن کے سیاسی پیروان، کی حیثیت سے کام کرنا منظور نہیں ــــــ ان مطلق العنان حکام میں سے کسی کا کوئی بیٹا نہیں جس کو وہ میدانِ جنگ میں بھیج سکے، اگر کوئی میدانِ جنگ میں جا سکتا ہے۔ تو وہ صرف ہمارے ہی بیٹے ہیں ــــــ!

* * * * *

* * * *

تیسرا خط

ایک قانونی مشیر کے قلم سے

اپریل سنہ ۱۹۳۹ء

راستی اور انصاف کے متعلق نیشنل سوشلسٹوں کے عقاید ان دو حقائق پر مبنی ہیں۔ اوّل یہ کہ جو امر بھی جرمن قوم کے لئے مفید ہو۔ سراسر جائز اور مناسب ہے، اور دوسرے جو جذبہ قوم کے خیالات میں نسلی تفاخر کی رُوح پیدا کرے عین راستی ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ آخر کیا چیز جرمن قوم کے لئے مفید اور اُس کی قومی ترقی کا موجب خیال کی جا سکتی ہے؟ ———— کیا اقتصادی کشمکش اور ملک میں خام اشیا کی قلت، جو حکومت کی فتوحات کے منصوبوں اور اِن منصوبوں کے نتائج کا لازمی اثر ہیں، قومی مفاد کے لئے ضروری خیال کی جاتی ہیں؟ ———— کیا قوم کے خیالات میں اس فعل سے جدت اور اسلوب پیدا ہو سکتا ہے کہ سوسائٹی کے مفید اور قابلِ قدر ارکین کو محض اس لئے جلا وطن، مقید اور قتل کروا دیا

جائے۔ کہ وہ دُوسرے فرقہ سے متعلق ہیں۔ اور اپنے الگ مذہبی عقاید کے مطابق عبادت کرتے ہیں ——— ؟ کیا اسی میں اعلیٰ اخلاق اور بلند ئی خیالات کا گہر پوشیدہ ہے۔ کہ مدّعی یا مدّعا علیہ کی ظاہری شان وشوکت اور رُتبے سے متاثر ہو کر جج صاحبان کے ہاتھ عدل و انصاف کی باگ سنبھالتے ہوئے لرزنے لگیں۔ اور وُہ عدالت میں بیٹھ کر رعایت اور طرفداری کے ماتحت فیصلے سُنائیں ——— ؟ جس وقت ایک موجودہ جرمن جج کے سامنے کسی مقدمہ کی مسل مطالعہ کے لئے پیش کی جاتی ہے۔ تو وہ اُس کے مختلف واقعات مدّعا علیہ کے منشاء یا ترغیب ارتکاب دِلانے والے اسباب پر مطلق غور نہیں کرتا۔ اور نہ ہی مقدمہ پر غیر جانبدارانہ نگاہ ڈالتا ہے۔ کیونکہ اُسے تو فریقین کے رُتبہ کو مدِّنظر رکھکر فیصلہ سُنانا ہوتا ہے ——— ! وہ اِس بات کی بھی مطلق پرواہ نہیں کرتا۔ کہ ممکن ہے۔ یہ مقدمہ اس سے پیشتر بھی عدالت میں آچکا ہو۔ اُور فیصلہ سُنایا جاچکا ہو۔ اِس لئے اس مقدمہ پر کارروائی کرکے دوبارہ فیصلہ نہیں سنایا جاسکتا۔ کسی نازی افسر کے زیرِ حفاظت بھیجے ہوئے گواہ کے بیان پر شک کرنا تو گویا غیر ممکنات میں سے ہے۔ اور یہودی بے چارا تو ہمیشہ انصاف سے محروم ہی رہے گا۔ چاہے وہ نازی پارٹی

کے کسی اعلیٰ رکن کا مورد الزام ہو۔ یا کسی معمولی پیشہ ور کا، نازی حکومت اُسے ہرگز بلا قصور تسلیم نہ کرے گی۔ کیونکہ وہ ــــــ یہودی ہے ــــــ! بیہودہ افواہوں اور غلط قیفوں پر بلا تحقیق یقین کر لیا جاتا ہے۔ اکثر بغیر کسی شہادت کے لوگوں کو سزائے موت دے دی جاتی ہے۔ اور ملزم کو بے گناہ ثابت کرنے کے لیے معقول اور صحیح ثبوت بھی کارگر نہیں ہوتا۔ کسی شخص کا اُس کے خلاف محض اتنا کہہ دینا کافی سمجھا جاتا ہے۔ کہ اُس نے ایسا سُنا ہے ــــــ!

جرمنی کا موجودہ جج ان نامعلوم اور غیر ذمہ دار طاقتوں کا ہتھیار ہے جن پر کوئی پابندی عاید نہیں ہو سکتی۔ وہ محض آلۂ کار بن کر رہ گیا ہے اور عدل و انصاف کے اصولوں کو پیشِ نظر رکھنے کی چنداں ضرورت نہیں سمجھتا ــــــ آج حق پر صرف وہ سمجھا جاتا ہے۔ جو طاقتور ہو ــــــ کیونکہ وہ اپنی طاقت کے بل بوتے پر جو چاہے کر سکتا ہے ــــــ ۔

عدل و انصاف کی اس بے حرمتی نے ججوں کی منصفانہ شہرت کو بہت نقصان پہنچایا ہے ــــــ بے حد بدنام کر دیا ہے۔ اور جرمن جج بھی آج اسی درجہ پر پہنچ گیا ہے۔ جہاں جرمن اساتذہ اور اطبا تھے ــــــ کسی معاملہ کی

اصلیت تک پہنچنا یا تحقیقات کرنا ان کا فرض نہیں۔ بلکہ ان کا کام تو فقط یہ ہے کہ کسی شخص کا انصاف کرتے۔ پڑھاتے یا علاج کرتے وقت اس حقیقت کو نظرانداز نہ کیا جاوے۔ کہ اس شخص کو پارٹی میں کیا درجہ اور رتبہ حاصل ہے۔ گویا لوگوں کے دلوں سے آزاد تصوّر اور شخصی رائے تک چھن چکی ہے، وہ طرح طرح کے تفکّرات کا شکار ہیں ——— اپنے سینوں میں روحانی عقوبت اور بے چینی کو دبائے ہوئے ہر روز اپنے کام پر جاتے ہیں ——— وہ بارہا مایوسی کے عالم میں کسی سے پوچھ بیٹھتے ہیں۔ کہ "قوم کے خیالات میں نسلی نقاطر کی روح پیدا ہونے سے کیا مُراد ہے"۔ اور ہر مرتبہ کوئی نیا ہی جواب پاتے ہیں ——— +

بایں ہمہ کیا یہ امر حیرت انگیز ہے۔ کہ جو طلباء قانون کے مطالعہ کا ارادہ رکھتے تھے۔ اُن کی تعداد روز بروز گھٹتی جارہی ہے؟ ——— بھلا کون ایسا پیشہ اختیار کرنا چاہے گا۔ جو اُسے ضمیر کی دائمی لعنت میں گرفتار کردے ——— جو اُسے کمینگی اور غلامی کے تحت الثریٰ میں پھینک دے ——— حالانکہ اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ یہ ایک عالمانہ پیشہ ہے ——— اعداد و شمار کے رجسٹروں سے پتہ چلتا ہے۔ کہ ۱۹۳۳ء میں فارغ التحصیل ہونے والے طلباء

میں سے صرف ۱۵۸ نے قانون پڑھنے کا ارادہ کیا - یہ تعداد الٰہیات کے طالبعلموں سے شمار میں صرف ۲۵۰ زیادہ تھی - اس سے صرف انہی لوگوں کو تعجب ہو سکتا ہے - جو اس حقیقت سے ناواقف ہیں - کہ وکیل یا جج بننے کے خلاف قوم میں کس قدر بددلی پھیلی ہوئی ہے - اس کے دو سبب ہیں، اوّل تو یہ کہ اس پیشہ سے بددلی ظاہر کرنا گویا انصاف کا خون کرنے اور عدل گستری کے اصُولوں کی تکذیب کے خلاف صدائے احتجاج ہے - کیونکہ نوجوان طبقہ ایسا پیشہ اختیار کرنا کب گوارا کر سکتا ہے - جس کے اراکین ذلت کی زندگی بسر کرتے ہیں - دوسرے یہ پیشہ ایسا ہے - جو نہ صرف دماغی بلکہ مالی اور جسمانی قربانیاں چاہتا ہے علاوہ ازیں اس کے نصاب تعلیم کا زمانہ بھی بہت طویل ہے ——— اس قسم کے عالمانہ پیشوں میں شمولیت نہ کرنے کے متعدد اسباب سننے میں آتے ہیں اور اس کے برعکس دوسرے معمولی پیشے ہیں - جو فرینکفوٹر زیٹنگ کی ۸ جنوری ۱۹۳۹ء والی تحریر کے مطابق ان بڑے بڑے عالمانہ پیشوں کی نسبت لوگوں کی توجہ کو اپنی طرف مبذول کرنے کے لئے کہیں زیادہ کشش رکھتے ہیں - اس کا یہ بیان واقعات کے عین مطابق ہے +

گزشتہ سال قیاس کیا جاتا تھا۔ کہ تقریباً دو ہزار طلباء سکول چھوڑنے کے بعد قانونی جماعت بندی کریں گے۔ لیکن کل تعداد بمشکل ہزار سے کچھ اوپر تھی۔ اور امسال تو اس سے بھی کم ہوگی۔ باوجود اس کے وکیلوں اور قانونی مشیروں کی ضرورت ایک لابدی امر ہے ——— اگرچہ عدالتوں میں اُن کی اس قدر ضرورت نہیں۔ جس قدر ملکی نظم ونسق کی دیگر مختلف شاخوں اور صنعتی اداروں کو ہے ——— یہ مشیر غیر معمولی قابلیت کے مالک ہوں، تربیت یافتہ ہوں، اور وسیع تجربہ رکھتے ہوں۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان کی کمی ناگزیر ہے اور ایک ایسے پیشے میں ہمیشہ ناگزیر اور لاعلاج رہے گی۔ جو اتنا بے وقعت ہو چکا ہے۔ لیکن ساتھ ہی انتہائی ذہانت اور قابلیت چاہتا ہے ——— خصوصاً صنعت و حرفت اور اقتصادیات میں تو معاملہ فہمی اور بیدار مغزی کی اشد ضرورت ہے ——— دماغی کام کرنے والوں اور دوسرے پیشہ وروں پر جن کا کام زیادہ تر نشست کا ہے۔ نازی پھبتیاں کستے اور اُن کا تمسخر اڑاتے ہیں اسی لئے ہماری پود ایسے پیشے انتخاب کرنے پر مجبور ہو گئی ہے جنہیں نازی پارٹی کی پسندیدگی حاصل ہو ——— قانونی پیشوں کی طرف لوگوں کی

توجہ مبذول کرنے کے لئے کئی ایک تدبیریں پیش کی گئی ہیں! اور کئی تبدیلیاں عملی طور پر بھی ظہور میں آچکی ہیں۔ لیکن یہ سب تدابیر محض لاحاصل ہیں۔ کیونکہ اب نصاب تعلیم کا زمانہ اتنا قلیل کر دیا گیا ہے۔ کہ چاہے کچھ ہو۔ ہرگز خاطر خواہ اور تسکین بخش نتائج ظاہر نہیں ہو سکتے۔ پھر ذہین اور ہونہار طالب علموں کے اخراجات میں تخفیف کر دینے کی تجویز پیش ہوئی۔ لیکن افسوس کہ ملکی خزانہ کی زبوں حالی نے اس تجویز پر بھی عمل پیرا ہونے کی اجازت نہ دی، قول و فعل سے تعلق رکھنے والی سب تدبیروں کو عمل میں لانے کے بعد اس پیشے کی طرف جو شہرت اور اقتدار سے محروم ہو چکا ہے۔ اور جس کے اراکین پر مشتبہ نگاہیں پڑ رہی ہیں۔ اور انہیں ذلیل سمجھا جاتا ہے۔ لوگوں کو متواتر توجہ دلاتے رہنے کی مزید کوششیں قطعاً لاحاصل ہیں ——— •

راستبازی کے مقدس جذبہ کو بری طرح کچلا جا چکا ہے۔ آئینی اصولوں کو تباہ کر دیا گیا ہے۔ مگر تاہم ہمارے نوجوان اس بات کے لئے قطعاً تیار نہیں کہ اپنی قیمتی زندگیاں عدل و انصاف کی تذلیل و تخریب کرنے والی طاغوتی طاقتوں کی نذر کر دیں ——— •

چوتھا خط

ایک مُعلّم کے قلم سے

مئی ۱۹۳۹ء

حکام کی طرف سے متواتر یہ اعلان دُہرایا جا رہا ہے۔ کہ نازی جرمنی کی نوخیز پود کی تعلیم و تدریس میں یہ بات خاص طور پر ملحوظ رکھی جانی چاہیئے۔ کہ طلباء کے دِلوں میں یہ احساس بدرجہ اتم پیدا کیا جائے۔ کہ وہ جرمن ہیں ـــــــ "مجلس نوجوانانِ ہٹلر" میں تقرر حاصل کرنا گویا جرمن قوم کی قابلِ قدر خدمت تصوّر کیا جاتا ہے ـــــــ "مجلس نوجوانانِ ہٹلر" کو اس امر کی خاص طور پر ہدایت کی گئی ہے۔ کہ وہ اپنے آپ کو اہم تعلیمی کارپرداز ثابت کرے ـــــــ ایک دفعہ جب مجلس نوجوانانِ ہٹلر پر عاید کردہ قانون کی رُو سے عدالت نے اُس کے خلاف حکم جاری کیا۔ تو مجلس مذکورہ کی خدمات کے متعلق مبالغہ آمیز مضامین لکھے گئے۔ اور پریس کو انہیں شائع کرنے پر مجبور کیا گیا۔ اور ان مضامین میں اس حقیقت کا مطلق اظہار نہ کیا گیا

کہ اپنے چھ سالہ تعمیری پروگرام میں اس کے پے درپے تصادم و مسلسل ٹھوکریں کسی لحاظ بھی تسلی بخش ثابت نہ ہو سکیں ——— نوخیز پود میں بداخلاقی اور بدعنوانی کی علامات ہولناک طور پر ترقی پذیر ہیں۔ اور اس سے پیشتر نوجوان طبقہ میں ارتکاب جرم کا ایسا شدید جذبہ مشاہدہ میں نہیں آیا ——— ایسی حالت میں سر ونیلڈ فرابیلرا کا یہ بیان سراسر تمسخر معلوم ہوتا ہے۔ کہ مجلس نوجوانان ہٹلر، نے ہمارے نوجوانوں کے نخل ترقی کو بارور کرنے کے لئے بالکل جدید سبیلیں پیدا کی ہیں۔ تاکہ وہ آئندہ چل کر ایک ایسی قوم بنیں۔ جس پر ایک زندہ جاوید نسل کی بنیاد قائم ہو سکے گی ———" اس لاف زنی کا مقابلہ ان واقعات سے کریں۔ جو فی الحقیقت ظہور پذیر ہو رہے ہیں ——— نوجوان طبقہ میں جن جرائم کے ارتکاب کا شدید جذبہ پھیل رہا ہے۔ وہ زیادہ تر جنسی بدعنوانیوں، جعلسازیوں اور چوری کی وارداتوں پر مشتمل ہیں۔ بلکہ اکثر اوقات تو قتل و غارت تک کے حادثات وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ لیکن بااین ہمہ ہمارے حکام ان جرائم پیشہ نوجوانوں کی تادیب کرنے اور اخلاقی مضبوطی اور نیک چلنی کے اصولوں کو ان کے دلنشین کرنے سے قطعاً قاصر ہیں ———!

ایک ایسی حکومت جو اپنے مقتدر اور بلند ترین ہونے کا متواتر اور ٹپڑ زور اعلان کر رہی ہے۔ جو اپنے قائدانہ اصولوں کو دنیا بھر کے جدید اسلوب سے اعلیٰ وارفع تصوّر کرتی ہے اور یورپ کے تحفّظ کا دعویٰ کر رہی ہے تعجب ہے کہ وہ ہمارے نوجوانوں کو اخلاقی حدود کے اندر رہ کر سوچنے سمجھنے اور عملی قدم اُٹھانے والے نیک دل انسان بننے کی تعلیم نہ دے سکے ——— ! فرہی فرہیلہ جسے ہماری نسل کے زندہ جاوید ہونے کا غرّہ تھا بتاتا ہے کہ موجودہ حکومت اس بات کی شدید ضرورت محسوس کر رہی ہے۔ کہ نوخیز مجرمین کے لئے سولہ نئے جیل خانے بنوائے جائیں ——— پھر اسی کی اطلاع ہے۔ کہ نابالغ سزا یافتگان کی تعداد دن بدن ترقی پر ہے۔ اور اس چار سال کے عرصہ میں پہلے سے دوچند ہوگئی ہے۔ یعنی ۱۹۳۴ء میں ۱۰۲۵۰ اور ۱۹۳۷ء میں ۱۹۰۹۴ ——— نوجوانوں کی تربیت کے سلسلہ میں یہ کتنی تحیّر خیز کامیابی ہے۔ اور اس کامیابی کا سہرا نیشنل سوشلسٹوں کے سر پر ہے ——— ! یہ سب کچھ اس تنظیم کی مکمل ناکامی کا بیّن ثبوت ہے۔ اور اصل میں اِس تنظیم نے ہی نوجوانوں کو بداخلاقی اور بدکرداری کی ترغیب دی ہے۔ خود حکومت

کے طرزِ عمل سے پیدا ہونے والے نتائج سے قطع نظر بڑی حد تک نوجوان نازی لیڈروں پر بھی ان تمام موجودہ خرابیوں کی ذمہ داری عاید ہوتی ہے ۔

اب حکّام اس سوال کو حکمت عملی سے رفع دفع کرنے کے لئے یہ دلیل پیش کرتے ہیں۔ کہ قانون نے جس عمر تک کے نابالغوں کو قابل سزا قرار دیا ہوا ہے درحقیقت اُن کے اعداد و شمار میں اضافہ ہو گیا ہے ۔ — لیکن اس عذر لنگ کے پسِ پشت حیرت انگیز نیشنل سوشلسٹوں کے ناقص طرز تعلیم کی ناکامی کا اقرار موجود ہے —— مزید انکشاف سے انسان اور بھی برافروختہ ہو جاتا ہے ۔ کہ ۱۹۳۷ء میں جو نابالغ مجرمین جیل بھیجے ۔ اُن کی تعداد گزشتہ نَو سال میں سب سے زیادہ تھی، اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ جرائم میں تخفیف نہیں ہوئی۔ بلکہ روز بروز ترقی ہوتی جاتی ہے —— حکومت آئے دن اعلان کرتی ہے ۔ کہ جرمنی پہلے کی نسبت کہیں زیادہ منظّم ہو گیا ہے ۔ اور اس کی بود و باش میں بھی آسائش اور خوشحالی پیدا ہو گئی ہے —— لطف یہ کہ پھر بھی دن بدن زیادہ تادیب گاہوں کی ضرورت پیش آ رہی ہے ——

لوگوں کی اخلاقی محرومی پر پردہ ڈال کر اُلٹا اُن کی تعریف کرنا —— خاندانی

تعلقات میں تفرقہ اندازی ——— سماجی حالت کی تباہی ———
مذہب اور روحانیت کے خلاف شدید پروپیگنڈا ——— گویا ایسا
معلوم ہوتا ہے ۔ کہ خود حکومت ہمارے نوجوان طبقہ کو پیچھے دھکیلنے
میں معاونت کر رہی ہے ——— "جرم سماجی حالات سے پیدا ہوتا ہے
اور کسی حکومت کے معیارِ نظم و نسق کو جانچنے کا بہترین ذریعہ ہے" ———
یہ ایک ایسی صریحی حقیقت ہے ۔ جس کا ابطال ممکن نہیں ———
ہماری گورنمنٹ تباہی کی اِن علامات پر قابو پانے سے قاصر ہے ۔ اور ان
کے اسباب کو بدل دینے سے معذور ——— ! وہ اسی لئے زیادہ
کڑی سزائیں تجویز کرنے پر زور دیتی ہے ——— •

نوجوان مجرموں کے لئے قید خانے بن چکے ہیں ۔ جہاں انہیں ایک
غیر معین مدت کے لئے قیدِ تنہائی کی سزا دی جایا کرے گی ———
بعض حکّام نے تو یہاں تک رائے پیش کر دی ۔ کہ نابالغ مجرموں کو آئندہ نسل
کا باپ بننے کے ناقابل بنا دیا جائے ۔ اور یا پھر انہیں حبسِ دوام میں
رکھا جائے ——— مختصر یہ کہ برائی کی بیخ کنی کے لئے مطلقاً کچھ نہیں

کیا جا سکتا ——— کیونکہ بُرائی کا تدارک خود حکومتِ وقت کی بیخ کنی
کے مترادف ہے ——— !

* * * * *

* * * *

پانچواں خط

میونخ

جون سنہ ۱۹۳۹ء

۴۶

آپ کو یاد ہے۔ جب آج سے دس سال بیشتر جرمنی میں ایک امریکن فلم "ھالیوجہ" دکھائی گئی تھی، جس میں امریکہ کی جنوبی ریاستوں کی وحشی قوموں کی مذہبی رسومات پیش کی گئی تھیں ــــــ؟ عورتوں اور مردوں کا وجد میں آکر بے خودی کے عالم میں لہرانے اور بل کھانے اور ہاؤ ہُو کے نعرے بلند کرنے کے مناظر ناظرین میں سے ہر ایک فرد کے دل میں چاہے وہ مسیحی عقاید رکھتا ہو یا غیر مسیحی ـــــــــ ان وحشیانہ حرکات کے خلاف بے اختیار باغیانہ جذبات پیدا کر دینے کے لئے کافی تھے ـــــــــ "ڈاشنرکر" کے ایک خاص نمبر کی ورق گردانی سے، جو ہٹلر کی پچاسویں سالگرہ کے اعزاز میں شائع ہوا، ہر ایک معقول آدمی کے دل میں پھر اسی فلم کی ناگوار یاد تازہ ہو گئی ـــــــــ فرق صرف یہ تھا کہ

"گسٹاپو" کے اس اخبار سے مشتعل کئے ہُوئے خشمناک جذبات نسبتاً کہیں زیادہ شدید ہے ——— •

اس میں شک نہیں۔ کہ ہم اس سے بھی زیادہ کے متوقع تھے۔ کیونکہ نیشنل سوشلزم ہر بات میں تجاوز اور افراط کو اپنا 'خاص حق' سمجھتا ہے اور پھر "فیوہرر" کا یوم پیدائش تو معمول سے بھی زیادہ 'آزادانہ' اور جملہ پابندیوں سے بے نیازیوں کے ساتھ منایا جانا ضروری تھا ——— ہم جانتے تھے کہ جرمنی کے 'قائدِ اعظم' کو اس موقعہ پر مبالغہ آمیز خطاب دیتے ہوئے اگر نوع انسانی کی اعلیٰ ترین شخصیت نہیں۔ تو ماضی و حال کی تمام جرمن قوم میں ارفع و اعلیٰ ہستی ضرور تسلیم کیا جائیگا۔ اور یہ تو ہو رہی ہے۔ کہ تہنیت پیش کرنے والوں کا سب سے بڑا مقصد ہٹلر کی خوشامد اور مایوسی کا فرز حاصل کرنا تھا۔ جیسے خود اُس نے بھی بغیر کسی قسم کی ندامت یا پس و پیش کے بڑی مسرت کے ساتھ قبول کیا ——— ہم سب ایک وحشی مجمع کی مجذوبانہ حرکات کا منظر دیکھنے کے منتظر تھے۔ لیکن رُوحانی تسدب کی اس ذلیل نمود کی ہمیں مطلق امید نہ تھی ——— فیوہرر کے خوشامدیوں کے مرض کو ہم اچھی طرح پہچان

چکے ہیں۔ اور اُن کی جبیں سائی اور خوشامد کے مجنونانہ مظاہرے اکثر ہماری نظر سے گزرتے ہیں۔ لیکن ان کا ایسی استگراہ انگیز بے حیائی کے عمیق گڑھے میں چھلانگ پڑنا ہمارے وہم و گمان تک نہیں آسکتا۔۔۔۔۔۔ "ڈاشنر کر" کے مندرجہ ذیل اقتباسات ملاحظہ فرمائیں:۔

"میں اس خیال سے نارے غصہ کے گھلا جاتا ہوں۔ کیونکہ "فیوہرر" اب اتنے لوگوں کا ہے۔ اُن دنوں جب ہم زور و شور سے یکجا لڑنے میں مصروف تھے۔ وہ صرف ہمارا تھا۔۔۔۔۔۔ ایک چھوٹی سی جماعت کا۔۔۔۔۔۔ اور اب جو کوئی اُسے اپنا بنانے میں حصّہ رکھتا ہے۔ جو ہے اس سے دلی دشمنی اور حسد ہے۔۔۔۔۔۔"

* * * * *

"جب پہلی مرتبہ وذبرگ میں میں نے اپنے فیوہرر کو دیکھا۔ تو میری رُوح میں قوت اور دلیری کی ایک آتشیں رَو دوڑ گئی اور اس وقت سے میں نے اپنا آپ اس کے حوالے کر دیا۔۔۔۔۔۔"

یہ لوگ اپنے اور اس کے درمیان اس قسم کا تعلق ظاہر نہیں کرتے۔ جو محب اور محبوب کے درمیان ہوتا ہے۔ بلکہ ایسا تعلق جو ایک فاحشہ اپنے آشنا سے رکھتی ہے ------ کیونکہ کوئی شخص اپنے محبوب کی طرف لکھے ہوئے تعشق آمیز خطوط اس طرح عام بھٹیار خانوں سے بہ بانگ دہل سُنانا کب گوارا کرتا ہے ؟

اور لیجئے

" کیا کسی نیشنل سوشلسٹ میں اس امر کے اظہار کی قدرت ہے کہ فیوہرر اُس کے نزدیک کیا معنی رکھتا ہے ------ ؟ اور یہ کہ فیوہرر اُس کے خیالات کی انتہائی گہرائیوں میں کس طرح عمل پیرا ہے ------ ؟ ہم تو صرف اتنا جانتے ہیں۔ کہ ہم سب ایک ہی جذبہ سے مغلوب ہو رہے ہیں ------ اور وہ کچھ ایسا جذبہ ہے۔ کہ ہم اس کی حقیقت اور اس کی عمیق گہرائیوں کو سمجھنے سے قاصر ہیں ------ اس کی پُراسرار نوعیت ہمارے لئے ایک معمہ ہے ------ تعظیم، محبت، وفاداری، ممنونیت، عقیدت مندی، ایثار کے لئے مستعدی ------

ہمارے دِلوں میں اِن جذبات میں سے ہر جذبہ موجزن ہے لیکن پھر بھی ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس میں کچھ خامی ہے۔ شاید اس طرح پر ہم اپنے اس جذبہ کو زیادہ واضح کر سکیں۔ کہ اگر اِن تمام احساسات کے لئے اُن کی انتہائی پُرخلوص اور بلند ترین خصوصیات جنہیں وہ اپنے روزمرہ کے استعمال میں ایک حد تک ضائع کر چکے ہیں۔ از سرِ نَو مہیا کر دی جائیں۔ تو شاید وہ ہمارے دِلوں میں اُٹھنے والے جذبہ کی صحیح ترجمانی کرنے کے قابل ہو سکیں —— کیونکہ جب اِن جذبات کا اظہار ایک قابلِ تعظیم باپ، محبوب ماں، بے حد وفا شعار بیوی اور بے حد مخلص دوست کے لئے کیا جاتا ہے۔ تو یہ جذبات اِس جذبہ سے کہیں کمتر اور مختلف محسوس ہوتے ہیں۔ جو ہمارے دِلوں میں اپنے فیوھرر کے لئے ہے۔ اور ہماری رُوحوں کو ایک بے پایاں وارفتگی کی بلندیوں پر لے پہنچتا ہے ——

* * * * *

"ہمیں اپنے فیوہرر سے عشق ہے ——— اور اس میں ہم ایک لطیف درد اور تلخ کام مسرت محسوس کرتے ہیں ———!"

* * * * *

"گزشتہ چھ سال سے مجھے یقین ہو گیا تھا۔ کہ میں رُوحانی گرسنگی کا شکار ہو چکا ہوں ——— مگر اب مجھے وہ رُوحانی غذا مل گئی ہے۔ جس کے لئے میری روح بیقرار تھی ———"

* * * * *

کچھ ظاہر نہیں ہوتا۔ کہ ان خیالات کے ظاہر کرنے والا نازی پارٹی کا ممبر (یہ) ایک عورت ہے یا مرد ——— ۔

"ایک ماں بننے کی جانکاہ تکالیف، بچوں کو عالم وجود میں لانے والا شدید درد ——— جو ایک لاحاصل اور بے معنی دُکھ معلوم ہوتا تھا ——— اڈولف ہٹلر نے اسے ایک مقدس اور پُر مسرت بنا دیا ہے ——— اس نے مجھے زندگی کی شاہراہ پر ڈالا۔ اور اس کے منتہائے مقصود سے آگاہ کیا ———" ۔

"فیودھرا کے مس نے عورتوں میں دوسری نفسیاتی کیفیات سے زیادہ اس فطری جذبہ کو محرک اور بیدار کر دیا ——— اس مکمل انسان نے ہی نسوانیت کے ان تاروں کو متحرک کیا۔ جن کے ایثار، نفس کشی، اور خود انکاری کے نغمے بلند ہوئے ———"

ریسٹے لیڈبیٹر بتاتا ہے۔ کہ اُس کی بیوی کی جب پہلی بار ہٹلر سے ملاقات ہوئی۔ تو وہ کس طرح مرمریں مجسمے کی مانند بے رنگ اور بے حس و حرکت کھڑی کی کھڑی رہ گئی۔ لیش نے وجہ پوچھی تو وہ بولی۔ "میں اس قدر بے خود ہو گئی تھی۔ کہ اگر مجھے کوئی مارتا تو بھی میں مطلقاً نہ چونکتی ———"!

آگے چل کر مذکرہ بالا ایس۔ ایس کا اقرارِ محبت اور بھی بیہودہ ہے ———

"میرے فیودھرا! میں آج تیری تصویر کے رُو برُو ایستادہ ہوں ——— اُف یہ کس قدر طاقتور، قوی، حسین اور پُرشکوہ معلوم ہو رہی ہے! اور کس قدر سادہ سلیم الطبع مستعد اور خود نمائی سے دُور ———!! باپ، ماں، بہن بھائی سب کا مجموعہ بلکہ اس سے بھی بہت کچھ زیادہ"

——— یہ میری زندگی کے شاندار اور بہترین زمانہ کی حامل ہے ——— اس میں میرے تخیلات کے پُرسکون لمحے اور میرے پُردرد اور اندیشہ ناک ایام جذب ہوکر رہ گئے ہیں ——— میری کامیابی کا مہر تاباں جسے میں نے عقیدت کی نظر سے دیکھا ——— مجسم کامرانی جس سے ہمیشہ نئے فرائض اور نئے میدانِ عمل کی ابتداء ہوئی ——— جس قدر میں نے اس پر غور کرنے کی کوشش کی۔ مجھے یہ اس قدر وسیع ——— منور اور غیر محدود نظر آئی۔ حالانکہ یہ کبھی مجھ سے دُور یا الگ نہیں رہی ——— تم ضوفرما ہو۔ اگرچہ تم احکام صادر نہیں کرتے ——— تم زندہ ہو، بذاتِ خود قانون ——— ! تم محبت ہو ——— !! تم قوت ہو ——— !!! ——— تم نے اس قوم کو مصیبت اور مشقت کی لعنت سے نجات دلائی۔ جو میری طرح پُرتکریم خاموشی کے ساتھ تمہارے سامنے ایستادہ ہے۔ اور ہر حالت میں تمہارے ساتھ ہے ——— اور ہم جو آج کے دن جذبۂ اُلفت کے

ماتحت یہ اُمید کر رہے تھے۔ کہ تمہاری خدمت میں اپنی طاقت اور اپنے خون کا ہدیہ پیش کریں۔ لیکن ہم از سرِ نو محسوس کر رہے ہیں کہ آج اپنی سالگرہ کے دن خود تمہاری عطا و سخا کی کوئی انتہا نہیں ـــــ جو ہمارے دلوں کے محفوظ ترین گوشوں میں بے پایاں مسرت کے گہرے نقش پیدا کر رہی ہے ـــــ قلم اور زبان آج کس قدر کمزور ہیں۔ اور اس جذبہ کو بیان کرنے سے کس قدر قاصر! ـــــ جس سے ہماری رُوح لبریز ہے، اور جو قول اور فعل کی صورت میں ظاہر ہونے کے لئے بے قراری سے جدّوجہد کر رہا ہے ـــــ تمہارے نقشِ قدم پر چلنے والے ہم قدیم جانباز سپاہی ـــــ" +

* * * * *

کیا خوب جانباز سپاہی ـــــ احمق باز چھوکرے ہی کہنا زیادہ موزوں ہوگا! ـــــ +

ایک دفعہ گوئرنگ نے اپنی بھاری آواز میں کہا۔ "میرے نیوھرہا! کیا

کبھی کسی فانی انسان سے اس قدر محبت کی گئی ہے"؟ محبت ـــــــــ ؟ اس چیز کے لئے تو عاشقی یا عشقبازی موزوں الفاظ ہو سکتے ہیں مگر محبت، قطعاً نہیں محبت تو دو نوجوانوں کے دوستانہ تعلقات کو کہہ سکتے ہیں مگر یہ تو ایک قوم اور اُس کے حکمران کے رشتہ کا یا ایک سیاسی قائد اور اُس کے مقلدین کے تعلق کا سوال ہے ـــــــــ محبت کیا معنی؟ چہ جائیکہ ایسی دیوانگی ! اِسے تو فاحشہ پن اور نفس پرستی سے تعبیر کرنا چاہئے ـــــــــ۔

"بچپن میں بعض اوقات پیارا مسیح میرے خواب میں آیا کرتا تھا بعینہٖ اسی طرح اب میرے خوابوں کی دنیا کبھی کبھی فیوھرر سے آباد ہو جاتی ہے۔ ہم خواب میں اکثر باتیں کرتے رہتے ہیں مگر تعجب انگیز بات تو یہ ہے۔ کہ یہ گفتگو سیاسیات پر نہیں بلکہ روزمرہ کے دُنیاوی معاملات کے متعلق ہُوا کرتی ہے ـــــــــ ایسی راتیں میرے لئے جشن کی راتیں ہوتی ہیں ـــــــــ"۔

* * * * *

"میرے بچوں کے نزدیک فیوھرر وہ ہستی ہے جس کے حکم

کے ماتحت سب کچھ ہوتا ہے۔ اور جس میں تمام کائنات کو ترتیب دینے کی قدرت ہے ـــــ ان کی دانست میں فیوہرہ دُنیا کو پیدا کرنے والا ہے ـــــ وہ اس ہستی کی ظاہری اور مادی شخصیت ہے۔ جسے ہمارے بزرگ "خدا" کہکر ہمارے ذہن نشین کیا کرتے تھے ـــــ" ۔

* * * * *

"بعض اوقات میں سوچتا ہوں۔ کہ اگر میرا فیوہرہ میرا باپ اڈولف ہٹلر میرے خیالات ـــــ میرے قول وفعل سے آگاہ ہو۔ تو کیا میں اس آزمائش میں پورا اُتر سکوں گا ـــــ؟ میں اس قسم کی باتیں اپنے دل میں سوچتا رہتا ہُوں ـــــ اور جب ان گہری سوچوں کے بعد مجھے اس امر کا یقین ہو جاتا ہے کہ میرا باپ اڈولف ہٹلر ضرور میرے خیالات کی قدر اور تعریف کرے گا۔ تو ایک ناقابل بیان تسکین کے ساتھ مجھے اپنے اندر زندگی کی ایک نئی لہر محسوس ہوتی ہے ۔

" لفظ فیوھرر، کو لوگ کس دل سے بے جا استعمال کرتے ہیں ——— !
یہ صرف اڈولف ھٹلر کے لئے مخصوص رہنا چاہئے ——— اس
خطاب کی تعظیم اور حرمت ہر شخص کو اوائل عمر سے ہی اس طرح ذہن نشین
کروائی جائے۔ جس طرح لفظِ خدا کی عظمت سکھائی جاتی ہے "

* * * * *

" اُس کی تصویر میرے دفتر میں بھی لگی ہوئی ہے۔ اور میرے گھر کی
نشست گاہ میں بھی کیونکہ یہی میرا خالق ہے۔ اور اس کی طرف
ایک نگاہ دیکھ لینے سے مجھے ایسی کیفیت کا احساس ہوتا ہے۔
جس کی نسبت زاہدوں کا بیان ہے۔ کہ وہ اُسے عبادت کے گہرے
انہماک میں محسوس کرتے ہیں "

* * * * *

جرمنی کا کوئی بدترین دشمن بھی ایسا بدنام کن پروپیگنڈا نہیں سوچ سکتا۔ جو
ڈاشنزکر کے اس خاص نمبر میں ظہور میں آیا، کسی زمانہ میں اُس کا یہ شمارہ
کتب خانوں کی خفیہ الماریوں میں رکھا جائے گا۔ یا یونیورسٹی کے طبی شعبوں کے

ریکارڈ میں محفوظ ہو گا۔ لیکن اس سے پیشتر یہ تخریب و تذلیل کی سند بنکر لوگوں کے پیش نظر رہے گا۔ جو مغربی تہذیب کی کسی قوم نے اس سے پہلے کبھی پیش نہیں کی ——— اِس شخص کی نسبت جو اُن کے لئے بیک وقت ایک قائدِ اعظم ہے۔ اور ساتھ ہی مایۂ تعیش اور نفس پرستی بھی ——— یہی جریدہ ایک اور جگہ رقم طراز ہے ——— :

"فیوہرر ہے ہمارے زمانہ کا ایسا واحد شخص ہے۔ جس کے ہاتھ میں خدائی طاقتوں کو بروئے کار لانے کی ہمت ہے۔ اور جس نے اُنہیں از سرِ نو بنی نوع انسان پر آزمایا۔ ہم جرمنوں کے لئے وہ روحانی اور اخلاقی معالج ہے ——— اور دُعا ہے کہ ہمارا عہد اور ہماری قوم اس اعلیٰ ترین اخلاقی صفات کے علمبردار سے محروم ہو کر کبھی سلامت نہ رہے ———"۔

* * * *

بہرحال ہم اہلِ میونیخ کو ایک بات میں ڈاشنزکر سے ضرور اتفاق ہے اور وہ ہے۔ اُس کا مرضِ محبت کی نالہ و زاری اور چاپلوسی کے درمیان امتیاز

ظاہر کرنا ـــــــ وہ لکھتا ہے "خوشامد آج کل اپنے منتہائے کمال تک پہنچی ہُوئی ہے ـــــــ" لیکن یہ خوشامد کی انتہا نہیں۔ بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ ہے۔ کیونکہ عشق باز نیشنل سوشلسٹ کی نسبت کمینہ ترین خوشامدی میں پھر بھی خودداری اور اخلاقی طاقت کا کوئی کمترین شائبہ موجود ہوگا ـــــــ اُس کی آزادی کم ازکم اس قدر تو باقی رہ گئی ہے۔ کہ ضرورتِ وقت کے مطابق اپنے آپ کو بدل لیتا ہے ـــــــ لیکن غلامانہ ذہنیت کا مالک نیشنل شوشلسٹ آزادی کی اس بے وقعت پونجی کو بھی لٹا بیٹھا ہے۔ نیشنل سوشلزم کے لئے صرف اتنا کافی نہیں۔ کہ اس کے پیرو اُس کے لئے صرف منہ سے ہی "زندہ باد" کے نعرے لگاتے پھریں ـــــــ یہ فعل اُن کی ہست و بود کی اتھاہ گہرائیوں سے ظہور پذیر ہونا چاہئے۔ جہاں کسی دوسری چیز کے لئے گنجائش کی کوئی جگہ نہ ہو ـــــــ اُن کے اقرار کی آواز اُن کی رُوح کے تعمق سے اُبھرنی چاہئے ـــــــ چاہے وہ اُن کے مُنہ سے نکل کر اُن کی ذِلت و رسوائی کا باعث ہی کیوں نہ ہو ـــــــ +

ایک فاتح اپنے مفتوحہ شہر میں داخل ہو کر اہلِ شہر سے اُنکی مقبوضات

کا مطالبہ کرتا ہے ۔لیکن نیشنل سوشلزم ـــــــــ شاید ہم پر ہماری مقبوضات سے بھی بڑھکر اپنا قبضہ سمجھتا ہے ۔کہ وہ ہم سے ہمارے ضمیر کا بھی مطالبہ کر رہا ہے ۔اور ہر لمحہ ہمیں اس ذلیل اور کمینہ حرکت پر مجبور کر رہا ہے ۔کہ ہم اپنا ضمیر اسے سونپ دیں ، اور ساتھ ہی تاکید ہے ۔کہ یہ عمل محض ہماری سیاسی اور معاشر زندگی کا لب لباب ہی نہیں ۔ بلکہ خود اپنی شخصی زندگی کا نچوڑ ہونا چاہئے ـــــــ ۔

نیشنل سوشلزم کے مرض کی تشخیص تو ابتداء میں ہی ہو چکی تھی ۔گو اس کی علامات فرقہ سیاست کی تہوں کے نیچے چھپی رہیں ۔ جو اس نے اپنے کندھوں پر ڈال رکھا تھا ـــــــ جس چیز کا امتیاز پہلے مشکل تھا ۔ وہ اب واضح ہو چکی ہے ـــــــ ایک مختل دماغ شخص تو دوسروں کو دھوکا دینے پر قدرت رکھتا ہے ۔لیکن جو قطعاً مرگی زدہ ہو ۔اس سے کوئی کیسے دھوکا کھائے ـــــــ اور باشانہ یا وہ گوئیاں سننے کے بعد اب تمازت آفتاب سے جھلسے ہوئے چہرے اور تنے ہوئے جسم ہمارے لئے نظر فریب ثابت نہیں ہو سکتے ـــــــ ۔

اپنی اخلاقی اور مادی زندگی کے اس طرح خطرے میں ہوتے ہوئے ہم اُس وسیع خلیج سے چشم پوشی نہیں کر سکتے ــــــــ اور نہ ہی ہمیں کرنی چاہیئے۔ جو ہمارے نام نہاد لیڈروں اور اُن کے نقشِ قدم پر چلنے والوں کو باقی کی جرمن قوم سے جُدا کرتی ہے ــــــــ ۔

* * * * *

* * * *

چھٹا خط

برلن

جون ۱۹۳۹ء

آج کل جو جذبہ ہمارے دلوں میں موجزن ہے۔ مندرجہ ذیل الفاظ سے اُسے خوب واضح کر سکتے ہیں۔ جو حال ہی میں ببشنز کا ایک المیہ افسانہ وائی زیک پڑھتے ہوئے میرے دل پر بے حد اثر انداز ہوئے ——— وائی زیک شفق کی دھندلی سُرخی میں بید کی چھڑیاں کاٹ رہا ہے۔ اور فکر مندی سے دبی ہوئی گلوگیر آواز میں اپنے ساتھی سے کہتا ہے ——— مجھے کوئی چیز میرے عقب میں حرکت کرتی ہوئی محسوس ہوتی ہے ——— یہاں میرے پیروں کے نیچے ——— (زمین پر پیر مار کر) ——— یہ تمام جگہ اندر سے کھوکھلی معلوم ہوتی ہے ——— "کچھ دیر خاموش رہ کر پھر کہتا ہے" کچھ بولو بھی ——— ؟ (غور سے سامنے دیکھتے ہوئے) ——— اُف کس قدر چمکدار ہے ——— ! تمام آسمان پر شعلے بھڑک رہے ہیں ——— !!

دہ مہیب گرج بھی سنائی دی ——— جیسے کوئی زبردست طوفان اُمنڈا چلا آرہا ہے ——— !!! چلو چلیں ——— پیچھے پھر کرمت دیکھو ———"

——— جن اندیشہ ناک خیالات سے ہم دبے ہوئے ہیں۔ وہ اس سے زیادہ وضاحت کے بیان نہیں کئے جا سکتے ——— ہم خوف وہراس میں جکڑے ہوئے ہیں۔ لیکن نہیں جانتے۔ کہ کس طرف سے خطرہ کی آمد ہے۔ ہاں اتنا احساس ضرور ہے۔ کہ چاروں طرف خطرہ ہی ہے ——— اور یہ کہ ہمارا حشر قریب آن پہنچا ہے ——— آنے والے خطرے کا پیدا کیا ہوا یہ خاموش اور خفیہ خوف وہراس چند ہفتوں سے کہیں کہیں نمایاں صورت میں بھی نظر آرہا ہے ——— یہاں تک سُنا گیا ہے۔ کہ مزدور طبقہ میں بھی بے چینی پھیلنے لگ گئی ہے ——— کئی ایک کارخانوں کے سرمایہ داروں کے ساتھ مزدور دُنیا کے لیڈروں کے تیز تیز مباحثے بھی ہوئے۔ "اور" ہم اس سے زیادہ آزادی چاہتے ہیں" کے نعرے بلند ہوئے ——— حکومت اور میونسپلٹی کے ملازمین نے اپنے مشاہرہ کی کمی پر شکایات کیں ——— اور ڈاکٹر فرِاک وزیر داخلہ ان سے گفت وشنید کرنے پر مجبور ہوا ——— ۔

بہرحال ضروریاتِ زندگی کی قلت سے لوگوں کا ناک میں دم ہے۔ رات کو جب وہ گھروں کو لوٹتے ہیں۔ تو بیویوں کی شکایات سے اَور بھی جان عذاب میں آجاتی ہے ——— خانگی ضروریات کی چیزیں رفتہ رفتہ کمیاب ہوتی جا رہی ہیں ——— کپڑوں کا ذخیرہ ختم ہوچکا ہے۔ اور نیا مال ایک تو گراں ہے۔ اَور دوسرے ناقص بھی ——— ہمارے گھروں میں ناداری اور تنگدستی برس رہی ہے اور پھٹی ہوئی پُرانی جوتیاں اس المناک افسانۂ زندگی کا ایک ادنیٰ پہلو ہے ——— اُدھر دن بدن محصول ترقی پر ہیں۔ اَور حکام ہماری جیبوں پر ڈاکہ ڈالنے کے نت نئے طریقے سوچتے رہتے ہیں ——— بعض اوقات ہم ان خوبصورت اور قیمتی اشیا کو فکرمندانہ نظروں سے دیکھتے ہیں۔ جو ہمارے خاندانوں میں پشت بہ پشت چلی آرہی ہیں۔ اور جنہیں چھپانے کے لئے ہمیں عنقریب کوئی محفوظ جگہ تلاش کرنے کی ضرورت پیش آئے گی ———۔

چند دن ہوئے۔ میں ایک دوست کے ساتھ چلا جا رہا تھا۔ کہ ہم ہیومنسلیبی کے ایک ساہوکارہ بنک کے سامنے سے گزرے ——— یہودی

قطار در قطار کھڑے ہُوئے اپنی قیمتی اشیاء بنک کے مہتمم کے حوالے کر رہے تھے ـــــــ یہ منظر ایسا پُر درد تھا۔ کہ بیان نہیں ہو سکتا ـــــــ اُداس، سہمی ہُوئی اور تھکاوٹ سے چُور چُور، عورتیں ایک دوسرے کے پیچھے کھڑی تھیں ـــــــ کسی کسی وقت کوئی راہگیران پر آوازے کستا ہُوا سامنے سے گزر جاتا ـــــــ ایک خوبصورت بالوں والی عورت کو میں نے یہاں تک کہتے سُنا۔ کہ جرمن ہونا باعثِ ذلّت ہے ـــــــ یہ الفاظ اُس نے دانستہ بلند آواز سے کہا۔ تاکہ ہم سُن سکیں، شاید اُس نے یہ خیال کیا۔ کہ ہم پارٹی کے قدیم سپاہی ہیں ـــــــ ہم سب کو یقین ہے۔ کہ کسی نہ کسی دن ہم بھی اپنی قیمتی اشیاء کی سپردگی کے لئے اِسی طرح قطاروں میں کھڑے ہونگے۔ اگرچہ ابتدا میں بے ضرر اور غیر اہم انجمنوں اور کلبوں کو خفیف سے عذر رکھ کر توڑ دیا جائے گا۔ تاکہ اُن کی جائیداد ضبط کی جاسکے، لیکن وہ دِن بھی دور نہیں جب ہم میں سے ہر اک فرد پر اسی عمل کو گردانا جائیگا۔ اور یہ نہایت وسیع پیمانے پر ایک باضابطہ ڈاکہ زنی کی صُورت اختیار کرے گا ـــــــ

کل میں نے کئی سو آدمیوں کا ایک جلوس دیکھا۔ جو شہر میں مارچ کرتے

ہوئے جا رہے تھے، مجھے اُن کے غیر مُلکی جیسے چہرے دیکھ کر کچھ تعجب سا ہوُا۔
—— وہ ایک اُداس خاموشی کے ساتھ مارچ کرتے ہوُئے چلے جا رہے تھے
—— پھر یکایک اُنھوں نے ایک دردناک اور اُداس سے نغمے میں گانا شروع کر دیا —— بعد میں مجھے معلوم ہوُا۔ کہ وہ "زیک" مزدور تھے اور اپنا قومی ترانہ گا رہے تھے۔ جس کے ابتدائی الفاظ استفہامیہ ہیں ——
"میرا وطن کہاں ہے؟ ——" ہم سڑک کے کنارے خاموش کھڑے سُن رہے تھے۔ اور بمشکل اپنے جذبات پر قابُو پانے کی کوشش کر رہے تھے، میری آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اور مجھے اپنی اِس کمزوری پر ندامت محسوس ہوُئی —— اس جلوس کو دیکھکر مجھے ایک اور ایسے ہی جلوس کا خیال آگیا۔ جو میں نے ۱۹۱۶ء کے موسمِ بہار میں مانز میں دیکھا تھا —— یہ اہلِ بلجیم کا ایک بڑا گروہ تھا۔ جسے جلاوطن کر کے جرمنی بھیجا جا رہا تھا ——
شاید آپ کو یاد ہوگا۔ کہ اِس واقعہ پر دُنیا کے مختلف ممالک میں کس طرح سنسنی پھیلی تھی۔ اور لوگوں نے اُس کے خلاف آواز اٹھائی تھی۔ یہاں تک کہ خود پاپائے اعظم کو دخل اندازی کرنی پڑی —— آج بھی وہی کچھ ہو رہا

ہے۔ لیکن بیرونی دُنیا شاید ظلم وستم کے ان واقعات کی نسبت کچھ نہیں جانتی ——— اِس دفعہ تو ایک پوری کی پوری غیر ملکی قوم کی رفتہ رفتہ بیخ کنی کی جا رہی ہے۔ اور اسے بے خانماں کر کے اطراف وجوانب کے ملکوں میں منتشر کیا جا رہا ہے ——— مجھے یہ خیال کر کے ناقابلِ بیان اور رُوحانی اذیت محسوس ہو رہی ہے۔ کہ اس قسم کے مظالم ہماری قوم کے نام پر عمل میں لائے جائیں۔ اور مجھے ڈر ہے۔ کہ اگر کبھی ہماری باری بھی آگئی۔ تو ہمیں ان تمام اعمال کے لئے بہت بڑی قیمت دینی ہو گی ——— ؛

جو سلوک زیکوں کے ساتھ ہو رہا ہے۔ وُہی ہمارے ساتھ بھی کئی ماہ سے عمل میں آ رہا ہے۔ بعض بڑے بڑے کارخانوں کا پورا عملہ تبدیل کر کے دُوسرے مقامات پر بھیج دیا گیا۔ اگر حکّام کسی وجہ سے مزدوروں کی طرف سے مطمئن نہیں۔ تو اُنہیں فرداً فرداً یا گروہوں میں تقسیم کر کے دوسرے ضلعوں میں بھیج دیا جاتا ہے۔ اور یہ سوال اُن کے نزدیک کوئی اہمیت ہی نہیں رکھتا کہ اُن کے گھروں اور اہل وعیّال کا کیا حشر ہو گا ——— ؛ صبح کے وقت کسی کو علم نہیں ہوتا۔ کہ وہ شام کو کہاں ہو گا ——— ! دروازے کی

گھنٹی اگر خلافِ معمول جلدی بجے۔ تو ہم چونک اُٹھتے ہیں۔ کہ کہیں پولیس نہ
ہو ——— ! دوسرے ممالک پر مزید حملوں کی مسلسل افواہیں سننے میں آرہی
ہیں۔ لیکن وثوق سے کہہ سکتے ہیں۔ کہ اب دوسرے ملکوں کو فوجی سیرگاہ بنانا
آسان کام نہیں ——— ظاہر ہے کہ دوسری قومیں اس کو زیادہ برداشت
نہ کرسکیں گی ——— لیکن یہ خیال کرنا غلطی ہے۔ کہ نازی ڈر جائیں گے یا
ان تنبیہوں کی کچھ پرواہ کریں گے۔ جو انہیں کی جا رہی ہیں ——— ممکن ہے
کہ آئندہ ہونے والے دھاوے اتنے آسان ثابت نہ ہوں ——— انہیں
اپنے انتظامات مکمل کرنے کے لئے انتہائی جد و جہد تک مجبور ہونا پڑے ———
ہو سکتا ہے۔ کہ سب کچھ ایک ہی بازی کی نذر کر دینے کی نوبت آجائے ———
تو اس صورت میں یہ حد درجہ بے رحم اور سخت گیر ہو جائیں گے ——— وہ
تو شکست کے خفیف ترین سائے سے ڈرتے ہیں ——— ۲۱ مئی ۱۹۳۹ء
کے بعد دنیا پر خوب واضح ہو جانا چاہیئے۔ کہ نازی حکومت اُس وقت تک چین
نہ لے گی۔ جب تک اُس نے اپنے جبراً پسپا کئے جانے کا انتقام نہ لے لیا
——— اور اس میں کسی قسم کے شبہ کی گنجائش نہیں ——— !

ناگہانی آفات ظہور پذیر ہونے والی ہیں۔ اگرچہ یہ نہیں کہا جا سکتا۔ کہ کس صورت میں اور کونسے طریقوں سے ان کا نزول ہوگا ——— ہم خوب جانتے ہیں۔ کہ ہمیں ایک برق پاش طوفان میں رہنا ہوگا ——— گو کوئی نہیں جانتا۔ کہ ہم میں سے کون اس کا شکار ہوگا۔ اور کس صورت میں اس کی اجل رونما ہوگی ——— شاید خود ہم پر بیرونی حملے ہوں ——— شاید بوہیمیا میں کچھ خرابی پیدا ہو جائے ——— یا شاید کوئی اور مہم درپیش ہو ——— یہ سب کچھ جاننے کا ہمارے پاس کوئی ذریعہ نہیں۔ لیکن ہم میں سے ہر ایک فرد دل ہی دل میں وائی زیک کی طرح کہتا ہے ——— "کوئی چیز میرے عقب میں آرہی ہے ——— ! یہاں میرے قدموں کے پیچھے ——— ایک زبردست طوفان امنڈا چلا آرہا ہے ——— !! پیچھے پھر کر مت دیکھو ———" !!!

* * * * *

* * * *

ساتواں خط

رائن لینڈ

جون سنہ ۱۹۳۹ء

اگر آپ یہاں ہوں۔ تو کتب فروشوں کی دکانوں پر ترجمہ شدہ کتابوں کی کثیر تعداد دیکھکر حیران رہ جائیں، پہلے تو آپ خیال کریں گے۔ یہ محض اتفاق ہے۔ لیکن چند اور دوکانوں پر نگاہ ڈالنے سے معلوم ہوگا۔ کہ ایسا نہیں۔ بلکہ فی الحقیقت جرمن لٹریچر میں ترجموں کے زبردست دَور کا آغاز ہوچکا ہے —— خصوصاً تواریخ —— ! جن میں زیادہ تر سوانح حیات کی کتابیں ہوتی ہیں، سیاحت نامے اور ناول زیادہ تر ترجمے ہیں —— عوام ایسی ہی کتابوں کا شوق رکھتے ہیں۔ اور کتب فروش اور ناشر بھی پبلک کے رجحان کو خوب سمجھتے ہیں —— +

ایک وقت وہ تھا۔ کہ پرانی سیکنڈ ہینڈ کتابوں کی تجارت بڑے دھڑے سے ہوتی تھی۔ اور اُس کی بنیاد زیادہ تر مال مسروقہ پر تھی ——

لوگ ضبط شدہ کتابیں پڑھنے کے بے حد شائق تھے ——— ! صرف اس لئے
کہ وہ ضبط شدہ تھیں ——— !! جن لوگوں کو کبھی ٹامس مان اور جیکب
واذرمان کے ناولوں سے کچھ دلچسپی نہ تھی۔ یکایک اُن میں بھی اُن مشہور
مصنّفوں کی ممنوعہ کتابیں پڑھنے کا شوق پھیل گیا، ان مصنّفین نے اپنے
ناظرین کے سابقہ حلقہ سے باہر صرف اسی لئے شہرت پائی۔ کہ اُن کی
لکھی ہوئی کتابیں ممنوع اور بدنام تھیں ——— اس کے بعد کچھ عرصہ
کے لئے قدیم جرمن لٹریچر کی کتابوں کا ہڑبونگ مچ گیا۔ اور پرانے مصنّفین
کے قدیم شاہکاروں کے مجموعوں کی مانگ حد سے بڑھ گئی ——— جو
کتابیں مدت مدید سے فراموش کی جا چکی تھیں یا بہت کم لوگوں میں تعارف
رکھتی تھیں۔ اُن کے لئے عوام میں ازسرِنو دلچسپی پیدا ہو گئی ——— مثلاً
شلر کی "جنگ سی سالہ" اور "نیوزیلینڈ کا زوال" گوئٹے کے ناول اور مختصر
افسانوں کے مجموعے۔ ہمبولٹ کی سیاسی کتابیں خصوصاً ہرڈر اور لیزنگ
جیسے مایہ ناز سیاسی جرائد قابلِ ذکر ہیں۔ ہینکے کی تصنیفات یا جیکب برک
ھارٹ کی "ویوز آف ورلڈ ہسٹری" جیسی کتابوں پر اندھا دھند گرنے سے

عوام کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ اپنے مبہم اور پُرخطر عہد میں اپنے لئے کوئی مناسب رشتہ تلاش کرسکیں ——— اپنی بنیادوں کو مستحکم کریں۔ اور ماضی اور حال کے مقابلہ سے کچھ فائدہ اور تسکین حاصل کریں ——— وہ نہ صرف یہ حقیقت سمجھنے کے لئے بے قرار تھے۔ کہ گزشتہ اور موجودہ بدامنی کی کون کون سی وجوہات یکساں ہیں۔ بلکہ یہ بھی کہ ان کا انجام کیا ہُوا۔ اور ان کے اسلاف نے پیش آمدہ مصائب کی کس طرح مدافعت یا مخالفت کی ——— ٭

تواریخی کتابوں کے مطالعہ کو لوگوں نے باقاعدہ طور پر مخالفت کی آڑ بنالیا۔ اور ساتھ ہی مشغلہ اخبار بینی، عام مباحثوں اور تبادلہ خیالات کا نعم البدل بھی ——— اس بات کا مطلق یقین نہیں کرنا چاہیئے۔ کہ جرمن عوام کا بہت سا حصّہ غور و خوض کرنے یا واقعات و حقائق کے مطالعہ سے عاری ہے ——— اصل میں واقعات اس کے بالکل برعکس ہیں ——— جن طبقوں نے سیاسی معاملات کی ادھیڑبن کی کبھی ضرورت ہی نہ سمجھی تھی۔ وہ بھی اب اس قسم کی باتوں میں خوب سرگرمی سے دلچسپی لیتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر

ہوتا ہے۔ کہ ان میں معاملہ فہمی کی، حقیقت حال کو سمجھنے اور چھٹکارے کی راہ ڈھونڈنے کی صلاحیت پیدا ہو چکی ہے ——— حکومت کا عین منشاء تھا کہ عوام سیاسی کارروائیوں میں حصہ لینے سے قطعاً بیگانہ رہیں، بلکہ ان میں سیاسیات کے لئے دلچسپی تک پیدا نہ ہو۔ لیکن اسے اپنے اس مقصد میں سرتا سر ناکامی ہوئی ہے۔ عوام میں سیاسی دلچسپیاں ترقی پر ہیں۔ اُن کے ذہن مشکوک ہو چکے ہیں۔ اور وہ معاملات کو سیاسی نقطۂ نظر سے دیکھنا سیکھ رہے ہیں ——— +

یہ تمام کارروائی مدافعت کی پُرجوش جد و جہد کے دوران میں عمل پذیر ہوئی۔ اور یقیناً خطروں سے خالی نہ تھی ——— ادھر حکومت پر بھی واضح ہو گیا۔ کہ زبردست مخالفت کا سامنا ہے۔ جس پر قابو پانا آسان کام نہیں ——— تھوڑا عرصہ ہوا۔ کہ پبلشروں پر دباؤ ڈالا گیا۔ کہ وہ ترجموں کی بڑھتی ہوئی تعداد کو روکیں گزشتہ مئی میں جرمن تاجران کتب کی ایسوسی ایشن کے سالانہ اجلاس کے موقعہ پر ترجموں کے اس رواج پر بڑی شد و مد سے اعتراض ہوا۔ اور فہرستیں مرتب کی گئیں۔ جن سے کتابوں کی تعداد اشاعت

اَور اُن کے اجراء میں زیادتی کا حساب دکھایا گیا تھا۔ لیکن ان فہرستوں کی تصدیق شکل تھی۔ اَور ہم پر اسی صورت میں ان کا کچھ اثر ہو سکتا تھا۔ کہ ہمیں ان کتابوں کے ایڈیشن کا سائز اور فروخت شدہ کتابوں کا شمار معلوم ہوتا ——

کتابوں کی بیشتر تعداد جو مختلف درسگاہوں کو اور بعض اوقات حلقۂ احباب کو زبردستی لینی پڑتی ہے۔ اِس سے صحیح اندازہ نہیں ہو سکتا۔ کہ کس قدر اشخاص نے وہ کتابیں واقعی دلچسپی کے ساتھ پڑھیں —— ہمیں بتایا گیا ہے کہ نئی نئی کتابوں کی تعداد بڑھ گئی ہے۔ لیکن یہ معلوم نہیں۔ کہ وہ کیسی کتابیں ہیں۔ اور ان کا نفسِ مضمون کیا ہے —— مختصر یہ کہ ہمیں محض شمار کی زیادتی سے متاثر کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے —— نہ کہ خصوصیات سے —— ! اور عنقریب ہماری اکثریت پسند حکومت بھی اپنے حسبِ طلب کتابوں کی اشاعت سے مغلوب ہو کر فہرستیں وغیرہ مرتب کرنے کے سلسلہ کو استعمال کرنا چھوڑ دے گی —— +

حکومت کے ایک افسر اعلیٰ ھر برنٹ نے جس کے ذمہ کتابوں کے متعلق رپورٹ دینے کی خدمات سپرد کی گئی تھیں۔ اپنی ایک تقریب میں ترجموں کے

سیلاب کی مخالفت کرتے ہوئے اس امر کا اعتراف کیا۔ کہ نیشنل سوشلسٹ لیٹریچر
اتنی صلاحیت نہیں رکھتا۔ کہ ریش کی حدود سے تجاوز کر کے آگے بڑھے ــــــ
اور یہ اعتراف نازی شکست کی تصدیق کرتا ہے۔ اور ظاہر کرتا ہے کہ نیشنل
سوشلسٹ لٹریچر جب اپنی اصلی صورت میں کھلے طور پر پیش کیا جائے۔ تو وہ
غیر ممالک میں جانے کے قابل نہیں ــــــ اسی ایک مثال سے اندازہ ہو
سکتا ہے۔ کہ ایک ملک میں صرف دو نازی کتابوں کا ترجمہ ہوا۔ اور اس عرصہ
میں خود اس ملک کی اَسّی کتابیں جرمنی میں ترجمہ ہوئیں ــــــ یہ ایک
جمہوری حکومت ہے ــــــ جہاں آزاد لٹریچر ممنوع نہیں۔ اور جرمن
زبان میں ملک کی اسی کتابوں کا ترجمہ ہونا ایک معنی خیز امر ہے ــــــ
ھر برنٹ نے ایک موقعہ پہ کہا۔ کہ "صورت حالات دِگرگوں ہے۔ اس کی
تصحیح ہونی چاہئے۔ اور ہو کر رہے گی ــــــ" ہم جانتے ہیں کہ ہمارے
نازی حکام کا یہ خیال بالکل غلط ہے۔ کہ دوسرے ممالک اُن کے مضامین کے
مشتاق ہیں ــــــ جب کہ ہم خود اُن کے کچھ ایسے شائق نہیں ــــــ
اگر ترجموں کی اشاعت پر اس قدر سختی سے بندشیں عاید کی گئیں۔ تو نتیجہ سوائے

اس کے اور کچھ نہ ہوگا۔ کہ نہ تو جرمن عوام میں نیشنل سوشلسٹ لٹریچر کے لئے پُرجوش اور فوری دلچسپی پیدا ہوگی۔ اور نہ ہی قیام زندگی کے نئے جرمن ناشروں اور کتب فروشوں کی جان توڑ جدوجہد ہی کچھ تسکین پائے گی ——— اور اس کے علاوہ مطالعہ کے شائقین عوام بھی حکومت پر اپنے رویہ کا اظہار کرنے کے نئے طریقے سوچ لیں گے ———!

* * * * *

* * * *

آٹھواں خط

میڈبرگ

جولائی سنہ ۱۹۳۹ء

جرمنی میں بہت سی ایسی باتیں ہو رہی ہیں۔ جنہوں نے ہمارے دل میں ایک دفعہ پھر جنگِ عظیم کے بھولے ہوئے زمانہ کی یاد تازہ کردی ہے ——— یہاں آنے والے غیر ملکی لوگوں کو ہماری ظاہری حالت سے یہ خیال پیدا ہوگا۔ کہ ہم عظیم الشان زندگی بسر کر رہے ہیں ——— لوگ ہر ممکن طریق سے روپیہ صرف کر رہے ہیں۔ اور اس موسم گرما میں جس قدر لوگ سفر کر رہے ہیں۔ اس قدر پہلے شاذ ہی دیکھنے میں آئے ہونگے ——— یورپ کے پورے کئی تعطیلیں منانے کے ٹائرول اور سلکم برگ کے پہاڑوں پر جا رہے ہیں ——— کیونکہ روپیہ کمانے کا گر اب ہمارے اپنے ہاتھوں میں ہے ——— گدڑیاں جو ہم پہنتے ہیں۔ اگرچہ گھٹیا اور ناقص کپڑے کی ہیں۔ تاہم کم قیمت نہیں ——— !

اُن کی خوبی یہ ہے۔ کہ وہ جلدی پھٹ جاتی ہیں۔ اور جلد دوبارہ بنوانے کی ضرورت پیش آتی ہے" ——— +

جس وقت ڈینزگ کے بعد پریگ کا نام بھی الحاق کی فہرست پر آگیا تو لوگ اس طرح شتر بے مہار پھرنے لگے۔ جیسے تمام جہنمی شیاطین نے اُن پر قبضہ پالیا ہو ——— ! ہر طرف کچھ ایسی کیفیت پھیلی ہوئی ہے جیسے ہر چیز بیم و رجا کی فضا میں معلق ہے ——— نفسی نفسی کا عالم ہے — ہر شخص ہر ممکن طریقے سے ہاتھ رنگنے میں مصروف ہے۔ گویا خاموشی لیکن مستعدی سے اس خیال پر کاربند ہے ——— "جلدی دولت سمیٹو ——— !"

جب نپولین اپنی فاتحانہ زندگی کے معراجِ کمال پر تھا، تو اُس کی ماں اکثر کہا کرتی تھی "کاش کہ اس کو ثبات حاصل ہوتا ———" آج یہی بات جرمنی کے کئی لوگ اپنے دِلوں میں دُہراتے ہیں۔ اور اُن کی واحد آرزو یہی ہے۔ کہ موقعہ کو غنیمت جان کر جو چیز ہاتھ لگے اُڑالی جائے ——— موجودہ حالات تو زیادہ تر شامِ غریباں کا سا منظر پیش کرتے ہیں ———

لیکن ان سب باتوں کو سمجھنا مشکل ہے۔ جب تک آپ بھی میری طرح اس طوفانِ دار و گیر کے درمیان رہ کر بچشم خود نہ دیکھیں۔ کہ یہ دن بدن کیا کیا صورتیں اختیار کرتا جا رہا ہے —— ☆

کبھی کبھی تو ہم پر ایک خوفناک اور تلخ کام کیفیت متسلط ہو جاتی ہے —— ایسی کیفیت کہ جس میں ایک دم توڑتے ہوئے، زندگی اور صحتیابی سے نا اُمید انسان کے حزن و ملال کی آمیزش ہو —— مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہم ایک جادو کے پہاڑ پر زندگی بسر کر رہے ہیں۔ جس کی بناء ٹامس مان کے مہذب دلپذیر، سیدھے سادے تخیل کی نسبت بروگل کے تصور پر زیادہ ہے —— سماجی بدعنوانیاں ترقی پر ہیں۔ —— زبوں کاریاں وسیع پیمانے پر جاری ہیں —— اگر میں آپ سے اُن کی تفصیل بیان کرنے لگوں۔ تو اُس کا نفسِ مضمون بلا مبالغہ دس کتابوں میں مکمل ہو —— اس تمام شور و شر میں کچھ بھی دلچسپی باقی نہیں رہی —— جو کچھ کشش اس میں تھی۔ وہ عرصۂ دراز ہوا زائل ہو چکی ہے اب تو محض وحشیانہ جرمن اور بدترین بیہودہ پن باقی رہ گیا ہے ——

ہر بات کی آخر کوئی حد ہوتی ہے ــــــ بعض اوقات تو انسان شرمناکی اور زشت مآلی کے اِس قعرِ مذلت کے تصور سے کانپ اُٹھتا ہے جس میں ہمارا ملک دن بدن ڈوبتا چلا جا رہا ہے ــــــ میں یہ سب کچھ دکھاوے کے لئے نہیں کہہ رہا۔ نہ ہی میں یہ چاہتا ہوں۔ کہ ان خیالات کے اظہار پر مجھے مصلح قوم سمجھا جائے ــــــ جس کو نکتہ چینی اور عیب جوئی کا جنون ہو ــــــ! میں جو کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ اور دوسروں سے سنتا ہوں۔ وہ زولا اور بالذاک کے ناولوں کے ہر پہلو سے مقابلہ میں پورا اترتا ہے ــــــ اب مجھے معلوم ہوا ہے۔ کہ زولا کی کتابیں کیوں ممنوع قرار دی گئی ہیں ــــــ؟ اس نے اپنے قارئین کو جن کے دماغ ابھی قوتِ شعور سے محروم نہیں ہوئے تھے خوفزدہ کر دیا۔ اُن پر اس حقیقت کا انکشاف کر دیا۔ کہ ہم کتنی یاس انگیز لغزش کے ساتھ ایک اتھاہ جہنم میں گرتے چلے ہیں ــــــ۔

موجودہ حالات کا ذمہ دار ہمارا حکمران گروہ ہے ــــــ وہ پیشقدمی کرتے ہیں اور ہر شخص کے لئے ضروری ہے۔ کہ اُن کی نشاط آمیز زندگیوں

کی تقلید میں اُن کے نقشِ قدم پر چلے ـــــــ اُن کی مثال اشتعال انگیز معلوم ہوتی ہے۔ اور سماجی اختلافات جو فی زمانہ مشاہدہ میں آرہے ہیں شاید اُس وقت بھی کبھی دیکھنے میں نہ آئے ہوں گے۔ جب شیخی اور خود نمائی طرۂ امتیاز سمجھی جاتی تھی ـــــــ برعکس اس کے ہزاروں آدمی ایسے بھی ہیں جنہیں ہر قسم کی کمزوری کے لئے مجبور کیا جاتا ہے ـــــــ دس گھنٹے یومیہ یا بعض دفعہ اس سے بھی زیادہ دیر تک جان توڑ مشقت کرنے کے بعد جیسی کچھ دگرگوں حالت اِن لوگوں کی ہوتی ہے۔ اُسے الفاظ میں بیان کرنا میری برداشت سے باہر ہے ـــــــ تاہم لوگوں نے بھی اس مصیبت سے گلوخلاصی کرانے کی ترکیبیں کسی نہ کسی طرح نکال ہی لی ہیں ـــــــ آخر مزدوروں کی اتنی کثیر تعداد میں نہ تو فرداً فرداً ہر شخص کی نگرانی ہو سکتی ہے۔ اور نہ ہر مرتبہ مشین کا ٹوٹ جانا مزدوروں کی کوتاہی پر محمول کیا جا سکتا ہے ـــــــ

جن کارخانوں میں چالیس سے پچاس ہزار تک عورتیں اور مرد کام کر رہے ہوں۔ وہاں سپرنٹنڈنٹ پوری توجہ سے متواتر نگہبانی نہیں کر سکتا۔ علاوہ ازیں سپرنٹنڈنٹوں میں بھی بعض ایسے ہیں۔ جن کے متعلق "دہن سگ بہ لقمہ

دوغتہ بہ" کی مثل صادق آتی ہے۔ اور لوگ اُنہیں فیوہرر کے کامک کہتے ہیں ——— جو کارندے مزدوروں کے کام پر نگرانی کے واسطے مقرر ہوتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔کہ وہ بھی کچھ دیر کے بعد تھک جاتے ہیں۔ اور بعضوں کی تدبیر اندیشی تو داد دینے کے قابل ہے ——— گرد اور کوڑا کرکٹ اس ہوشیاری سے مشینوں میں جھونک دیا جاتا ہے۔کہ کوئی معلوم ہی نہیں کرسکتا ——— اس صورتِ حالات میں سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ اگر بغرضِ محال لڑائی شروع ہو گئی۔ تو کیا ہے گا ——— ؟ گو ہم یقین نہیں کرسکتے۔ کہ اِسے شروع ہونے دیا جائیگا۔ کیونکہ اس جنگ کا آغاز مرحباً اس حکومت کے اختتام پذیر ہونے کی ابتداء ہوگی ———۔

موجودہ وقت میں جبکہ ہم ایک لحاظ سے آتش فشاں پہاڑ کے دہانے پر کھڑے ہیں ——— چھوٹے بڑے محاصل گیر خوب ہاتھ رنگنے میں مصروف ہیں ——— آنے والی آفت ناگہانی کے مقابلہ کے لئے تیاریاں بڑے زور شور سے ہو رہی ہیں ——— لوگ خوب جانتے ہیں۔کہ اشیائے خوردنی کی کمیابی سے کس طرح فائدہ اُٹھایا جاسکتا ہے ——— وہ بڑی

تیزی اور آسانی سے روپیہ فراہم کرنے میں مصروف ہیں ـــــــ بعض لوگ کافی کے بجائے کچھ ایسی چیز بیچنے لگ گئے ہیں۔ جسے خوش مذاق اصحاب تمسخر سے "لوبئے کا شوربہ" کہتے ہیں ـــــــ بعض لوگ نے تو ستم ظریفی کی حد کر دی ہے ـــــــ وہ جن چیزوں کا ذخیرہ بہت تھوڑا رہ گیا ہے اُن کو گاہک کے ہاتھوں صرف اس شرط پر فروخت کرتے ہیں۔ کہ وہ اُن کے ساتھ بعض ایسی چیزیں بھی خریدے جن کی دُوسری صورت میں مانگ کم ہے ـــــــ یہ طریقہ اب عام طور پر رواج پکڑ رہا ہے ـــــــ خلافِ قانون اور خفیہ تجارت بھی روز بروز بڑھ رہی ہے۔ اور پردے ہی پردے میں آپ جو چاہیں حاصل کر سکتے ہیں۔ جیسا کہ ۱۹۱۷ء میں ہوا کرتا تھا ـــــــ۔

آج کل فصلوں کی کٹائی کے دن ہیں۔ اور قصبوں کے نوجوان، سکولوں کے طالب علموں اور انڈر گریجوایٹوں کے جتھے کے جتھے دیہاتوں میں کام کرنے کے لئے بھیجے جاتے ہیں۔ اور اُنہیں اجماع قومی اور اپنی زندگی کو انتہائی وفاداری کا نمونہ بنانے اور پابندی کے ساتھ فرائض کی ادائیگی کا تجربہ حاصل کرنے کے متعلق بڑی لمبی چوڑی تقریروں سے دعوتِ عمل

دی جاتی ہے ـــــ لیکن زراعت کا کام کچھ ایسا آسان نہیں ہے اور نہ ہی کسان اس مدد پر خوشی کا اظہار کر رہے ہیں۔ جو انہیں زراعت پیشہ مزدوروں کے عوض بھیجی جاتی ہے۔ جنہیں اپنے گھر بار چھوڑ کر اسلحہ سازی کے کارخانوں میں کام کرنے کے لئے جانے پر مجبور کیا گیا ـــــ لوگوں کے دل ناچاقی اور ناسازگاری کی بادِ سموم سے مسموم ہو چکے ہیں ـــــ اور یہ کہ جرمن قوم روز افزوں ترقی پر ہے، محض خیال کا نام ہے ـــــ !

دیہاتوں میں اور خصوصاً بڑی بڑی جاگیرداریوں میں انسانی زندگی کا جو حشر دیکھنے میں آیا۔ اُس کا اِن نوجوانوں کے دلوں پر نہایت گہرا اثر ہوا ہے ـــــ انھوں نے عمر میں پہلی مرتبہ ان ناگوار سماجی اختلافات کو بچشمِ خود دیکھا۔ جن کا شہروں میں رہتے ہوئے انہیں وہم و گمان بھی نہ ہو سکتا تھا۔ میں نے کئی ایسے نوجوانوں سے جو ان چشم دیدہ حالات پر غم و غصہ سے بھرے ہوئے گھروں کو لوٹے ہیں۔ بذاتِ خود گفتگو کی ہے ـــــ

قصّہ کوتاہ جیسا کہ آپ خیال فرما سکتے ہیں۔ حالات کی نزاکت اُفقِ مستقبل پر نمایاں نظر آ رہی ہے ـــــ اور اگر کوئی آنے والے انقلاب سے

آگاہ ہونا چاہتا ہے۔ تو اُسے ان بیّن علامات سے چشم پوشی نہیں کرنی چاہیئے ——— اگر یہ کہا جائے۔ کہ پیشتر ازیں جماعتی اختلافات اس قدر زیادتی سے کبھی دیکھنے میں نہیں آئے جس قدر کہ اس حکومت میں دیکھے جا رہے ہیں تو شاید یہ بات بظاہر غلط اور ناقابل یقین معلوم ہو ——— مگر حقیقت بالکل یہی ہے ——— ! اور حکومت اِس پر بھی اپنے آپ کو ایک متحدہ سماج کہنے کی جُراٗت کرتی ہے ——— !!

*　*　*　*　*

*　*　*　*

نواں خط

ایک صحیفہ نگار کے قلم سے

جولائی ۱۹۳۹ء

اِس وقت تک آپ پر یہ امر اچھی طرح واضح ہو چکا ہوگا - کہ ہر چیز میں تغیر و تبدل کا شکار ہو رہی ہے - دنیائے صحافت بھی اس کی دست بُرد سے محفوظ نہیں - اور کافی نقصان اُٹھا رہی ہے ــــــ!

نازی ــــــ کے اراکین بھی اس بات سے خوب واقف ہیں - اور کوئی صحیفہ نگار جہاں بھی جائے - اس سے طعن آمیز لہجہ میں یہ سوال ضرور پوچھا جاتا ہے - کہ اس نے فلاں فلاں خبر کو کیوں نظر انداز کیا ــــ؟ اور پھر اگر وہ حقیقت حال کو ظاہر کرتے ہوئے کہہ بیٹھے - کہ "اخبار کے نمائندگان کو حکام بالا کی طرف سے جو خفیہ اطلاعات ملیں - اُن میں اس خاص خبر کو شائع کرنے کی ممانعت تھی" تو اس پر بغاوت کا جُرم عاید کر دیا جاتا ہے ــــــ

ڈاکٹر گوئبلز کی وزارت سے جو خفیہ احکام ایڈیٹروں کو موصول ہوتے ہیں -

حکومت کے راز سمجھے جاتے ہیں ——— جن کا افشاء افشاء کنندہ کی موت کا مترادف ہوتا ہے ——— !

نازی حکومت کے متعلق آپس میں تبادلہ خیالات کرتے ہوئے جرمن ایڈیٹر جس قدر آپس میں جھڑپیں لیتے اور ایک دوسرے پر لعنت ملامت کی بوچھاڑ کرتے ہیں۔ اُس کا حال بس وہی جانتے ہیں۔ جو اُن کی سوسائٹی میں نشست و برخاست رکھتے ہیں ——— ان میں نازی پارٹی کے "قدیم سپاہی" شامل نہیں۔ جو کم عمر اور ناتجربہ کار ہیں ——— لیکن انجمن نوجوانان ہٹلر سے اعزاز کی بڑی بڑی سندیں حاصل کر چکے ہیں ——— اور کرسئ صحافت پر براہِ راست سرفراز کر دیئے گئے ہیں ——— وہ موقعہ بموقعہ ہٹلر اور دوسرے چھوٹے چھوٹے لیڈروں کی بڑی شد و مد سے خوشامد کرتے رہتے ہیں ——— ان کو ہر روز وزارتِ نشر و اشاعت کی طرف سے ہدایات جاری کی جاتی ہیں۔ کہ اخبارات کو کونسا طرزِ عمل اختیار کرنا چاہئے ——— اور اس چیز نے شعبۂ صحافت کو مکمل طور پر ذلیل کر دیا ہے ——— ! وہ خالصتہً اختیاری آلۂ کار ہیں۔ جن کا حکومت کے

اشاروں پر رقص کرنا لازمی ہے ــــــــ یہاں تک کہ بعض اوقات تو خاص خاص خبروں کے لئے لکھائی چھپائی کا طریقہ اور لفظوں کا سائز بھی خود ہی بنایا جاتا ہے ــــــــ ایسے اخبارات میں جو نازی حکومت کے برسرِ اقتدار ہونے کے چھ سال بعد سے آج تک اپنی پُرانی روش پر شائع ہو رہے ہیں۔ کئی مضامین غیر ثقہ نامہ نگاروں کے قلم سے لکھے جاتے ہیں ــــــــ ان مضامین کے تحت میں حکومت کے اُس دام تزویر کا بخوبی سُراغ مل سکتا ہے۔ جو اس نے برلن میں پھیلا رکھا ہے +

آج کل کے جرمنی اخبارات نے جو عجیب رویہ اختیار کر رکھا ہے اس سے بڑھ کر افترا پردازانہ اور مضحکہ انگیز مثال شاذ ہی دیکھنے میں آئے گی ــــــــ وہ اپنے مضامین کا انداز ہی کچھ ایسا رکھتے ہیں۔ جیسے کہ وہ مضامین سنسر ہو چکے ہوں ــــــــ حالانکہ درحقیقت ایسا نہیں ہوتا ــــــــ اور لطف یہ کہ اُن کی طرزِ تحریر خود ہی اس چالاکی کو چھپانے سے ناکام رہتی ہے ــــــــ ہر ایک سب ایڈیٹر ان نتائج کے خیال سے ہی کانپ اُٹھتا ہے۔ جو اُس کے قلم کی ذراسی لغزش سے پیدا ہو سکتے ہیں

—— خصوصاً اس صورت میں جبکہ اُس کی بد قسمتی سے چیف ایڈیٹر یا شائع کنندہ فرم کا مہتمم پارٹی کا کوئی افسر اعلیٰ ہو —— چاہیے وہ نازیوں کے بر سرِ اقتدار ہونے سے پیشتر ٹکٹ چسپاں کر سکنے کے علاوہ اور کسی کام کا اہل نہ تھا —— اخبارات کے سلسلہ میں علم اور تجربہ کی وسعت اب کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ کیونکہ اُس کی جگہ اب بتدریج وہ خصوصیات لے رہی ہیں۔ جو ایک سیاسی نبرد آزما میں پائی جاتی ہیں —— یقیناً نازی اخبارات مالی مشکلات سے دوچار نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ اوّل تو پارٹی کے تمام ممبر خود حکومت اور میونسپلٹی کے تمام حکام اُنہیں چندہ دینے پر مجبور ہوتے ہیں —— دوسرے خاص خاص طریقوں سے مقامی مقابلہ کو دبا دیا جاتا ہے —— ہر ایک گھر کے لئے کسی نہ کسی اخبار کا خریدنا ضروری ہے —— اور پارٹی کی طرف سے اس امر کی دیکھ بھال کے لئے خاص نگران مقرر ہیں —— اخبارات میں اشتہارات دینے کا سلسلہ بھی ترقی پر ہے۔ اور وُہ بھی انہیں وجوہات کی بنا پر ——!

غیر ملک میں متعین جرمن صحیفہ نگار کے لئے اور بھی مشکل کا سامنا ہے

وہاں اُسے حقیقتِ حال کو دیکھنے اور اُسے دل ہی دل میں سراہنے کا موقعہ ملتا ہے ——— پھر اپنی رپورٹ تیار کرتے وقت اُسے بڑی مستعدی سے پھُونک پھونک کر قدم رکھنا پڑتا ہے۔ کیونکہ اُسے یہ بات ملحوظ ہوتی ہے۔ کہ جو کچھ وہ لکھے۔ نازی نقطۂ نظر سے مستحسن ہوتے ہُوئے بھی اگر ممکن ہو۔ تو اس میں سچائی کی قدرے خفیف جھلک دکھائی دے جائے ——— ان دروغ بافیوں اور کج بیانیوں کے تصور سے ہمارے دل کراہیت اور تنفر کے جذبہ سے بھرے جاتے ہیں۔ جو ایک غیر ملک میں رہنے والے جرمن جرنلسٹ کو روزمرہ کی رپورٹ کا مفروضہ جزو تیار کرتے وقت اپنے ذہن میں باترتیب مگر جبراً اخذ کرنی پڑتی ہیں ——— لیکن اس پر بھی چند دن بعد اُسے خبر ملتی ہے۔ کہ اس کی رپورٹ بہت زیادہ واضح تھی۔ اور ایسی معلومات پر مشتمل تھی۔ اور ایسی معلومات پر مشتمل تھی۔ جو ڈاکٹر گوئبلز کے نزدیک سات کروڑ ناخواندگان اور بچوں کے لئے جو جرمن قوم کا ایک معتد بہ جزو ہیں۔ بالکل غیر ضروری ہیں ——— ایسی معلومات شائع ہونے سے پہلے ہی ادارۂ نشرواشاعت میں جو برلن سے خفیہ ہدایات حاصل کرتا ہے۔ اور

جرمن قوم کے نفع نقصان کو خوب سمجھتا ہے۔ قلمزد کر دی جاتی ہیں ——— اخبار
کا غیر ملکی نمائندہ ہمیشہ مخالف پروپیگنڈا کے تباہ کن خطرہ میں ہوتا ہے ———
مثلاً ادارۂ مرکزیہ سے ایک ہدایت ہوتی ہے۔ صدر جمہوریہ فرانس کے لندن
میں درود سیاسی کے متعلق خبر کو چھ سطور سے زیادہ عبارت میں مت چھاپو
البتہ طرز تحریر جتنا بھی معاندانہ ہو سکے تھوڑا ہے ——— علاوہ ازیں
فلسطین اور دوسری نوآبادیات کے مسئلہ کے متعلق جہاں تک بھی ہو سکے۔
سیاسی فضا کو ناساز گار بنانے والی تنقیحات کی اشاعت کی جائے ———!

میں خوب جانتا ہوں۔ کہ میرے دوسرے جرمن صحیفہ نگار بھائی اس
قسم کی صحافت کو کس حد تک پسند کرتے ہیں ——— لیکن اُن کے
بیوی بچے ہیں ——— اور شاید سر پر قرض بھی ——— اس لئے
یہ بے چارے جیسا دیس دیکھتے ہیں ویسا بھیس بدل لیتے ہیں ———
ہمارے ایک پرانے چیف ایڈیٹر صاحب جو طوعاً و کرہاً اپنی ملازمت کو آج تک
برابر قائم رکھے چلے آتے ہیں۔ کچھ زیادہ عرصہ نہیں ہوا۔ ایک دن مجھ سے
فرمانے لگے۔ "بھئی ہمارا کام تو کچھ بھی نہیں ——— بس یہی کہ خبر دں

کے انتظار میں گھڑیاں گنتے رہنا۔ اور جب کوئی کچھ لکھائے وہ لکھ دینا۔ چاہے وہ ہمیں شاق ہی کیوں نہ گذرے —— ہمارے بھائی بند جو روس میں مقیم ہیں۔ اُنہیں یہ سب کچھ بالشوزم کی آڑ لے کر کرنا پڑتا ہے صرف اس لئے کہ اُن کو اپنی روزی کو قائم رکھنا ہوتا ہے۔ —— ملاقات کے دوسرے ہی دن میرے اس دوست نے اپنے اخبار کے مقالۂ افتتاحیہ کو اس عنوان سے شائع کیا —— "عہدِ حاضرہ کی ہزار سالہ رشتاغ" ——

آج بھی کئی ایسے سعید الفطرت افراد موجود ہیں۔ جو اپنے چال چلن کے معاملے میں نہایت تلخ کام تضحیک اور طعن آمیز ہنسی کی آڑ لیتے ہیں —— کئی حضرات ایسے بھی ہیں۔ جنہوں نے یہ گُر پکڑ رکھا ہے۔ کہ وہ ہر شے کا اچھا پہلو دیکھتے اور باقی سب کچھ سے آنکھیں موند لیتے ہیں۔ اور یا بادہ کشی میں خود فراموشی کو تلاش کرتے ہیں —— جو باقی رہے۔ وہ میرے دوست ایسے ہیں۔ کہ انہوں نے اپنے دماغوں کو اختلال پذیر ہونے کی کھلی اجازت دے رکھی ہے —— اور عامیانہ سوقیانہ زبان استعمال کرتے ہیں —— جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ انہوں نے کبھی ایسی روشش اختیار کرنے

کی طرف توجہ نہیں دی جو اعلیٰ و ارفع اجتماعِ ذہنی اور آزاد شخصیت پر مبنی ہو۔ —— + ——

اب آئندہ نسلوں میں نیشنل سوشلسٹ ذہنیت کی نشو و نما کا سوال خود بخود اُٹھے گا —— برلن کے صحیفہ نگاری کے مدرسۂ ملی میں ہر سہ ماہی نصاب کے اختتام پر ہر اُس طالب علم کو فیل کر دیا جاتا ہے جس نے ناقدانہ خیالات میں ذرہ بھی آزاد روی برتی ہو —— یعنی جو شے کہ صحیفہ نگاری کا جزوِ لاینفک قرار دی گئی ہے۔ وہی اب اُس کے لئے سب سے بڑا سدِ باب سمجھی جاتی ہے —— تنقید اس تلوّن کے ساتھ ساتھ بے جان مگر بولنے والے گراموفون کی آواز کی طرح ذاتی اسالیب سے بالکل مبرا ہے —— اور "گراموفون" جن سے مدرسۂ ملی جرمنی کے صحافی اداروں کو سجاتا ہے —— اُن پر برموقع و محل کے مطابق کام آنے والی نازی لسانیت کی الٹ مہر ثبت ہوتی ہے —— جو ہر تقریب کے لئے کارآمد ہے —— فیوہرر کے یومِ ولادت سے لیکر نیسیری رشتاغ کے میثاقِ بقا کے دن تک متبنی تقاریب ہیں۔ اُن سب کے لئے —— اُس دن تک کے لئے جب ہم اپنی بجلی کی

سی تیزی و تندی کے ساتھ آئندہ جنگ فتح کر چکے ہونگے ———— ۔

صحیفہ نگاری کے ایک متعلم کو حال ہی میں اسکول سے جواب مل گیا ہے جس کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے۔ کہ اُس نے "غیر معتبر نظریہ" کی مُوافقت میں زبان ہلائی تھی۔ کہ "فرانسیسی سپاہی اطالیہ کے نبرد آزماؤں سے بہتر ہیں" ———— اور یہ فعل محوری اتحاد کے سراسر منافی تھا ———— ایک دوسرے نو آموز طالب علم کے متعلق کہتے ہیں۔ کہ وہ روزن برگ کی "بیسویں صدی کا افسانہ" نامی کتاب کے کسی اقتباس کو نہ پہچان سکا تھا۔ اور اس پر معترضانہ تنقید کا مرتکب تھا۔ اس لئے اُسے کسی اخبار میں کوئی جگہ نہ مل سکی ———— آپ دنگ رہ جائیں گے جس وقت میں آپ کو بتلاؤں گا۔ کہ یہ نوجوان اخبار نویس ایک سال تک بلا تنخواہ ———— صرف تجربہ حاصل کرنے کے لئے ملازمت ———— اور برلن کے مدرسہ صحیفہ نگاری کو فیس ادا کر چکنے کے فوراً بعد ہی اپنے آپ کو بے روزگاری کی تاریک اور مایوس کن فضا میں پاتے ہیں ———— لیکن عہدِ حاضرہ کے جرمنی میں ایسی باتیں کسی کی توجہ کو خاص طور پر اپنی طرف پھیر لینے کے لئے بالکل ناکافی ہیں ———— اور یہ کہ آجکل

اپنے پیشہ کو بدل لینا بھی بالکل ناممکن ہے۔ صرف اس لئے کہ ہر قسم کے کاروبار کا دائرہ نہایت تنگ، محدود اور خاردار تاروں سے گھرا ہوا ہے ——

لیکن پھر بھی ہم جانتے ہیں۔ کہ مغربی قلعہ بندیوں کے لئے کام کرنے والوں کی سخت ضرورت ہے۔ اور ڈاکٹر گوئبلز، یہانتک کہ بھانڈ بھنڈیلوں، مسخروں اور اُن نااہل لوگوں کو بھی دھیان بھیج رہا ہے۔ جن سے وہ سخت ناراض تھا —— •

کاش ہمارے سفید فام قائدین صرف اس بات سے ہی واقف ہوتے کہ رشیتلغ سوم کے صحیفہ نگار کس قماش کے لوگ ہیں —— ! اگر اُن کے کان میں اس بات کی صرف بھنک ہی پڑ جائے۔ کہ ان صحیفہ نگاروں کے متعلق کیا کیا سرگوشیاں ہو رہی ہیں —— تو میرا خیال ہے۔ کہ اُن کی نیند حرام ہو جائے —— نوخیز طبقہ میں بھی جن کی تعلیم وتادیب کا بھی بڑی شد و مد سے خیال رکھا جاتا ہے۔ تنقید و اعتراض کی گرمجوشیاں پائی جاتی ہیں —— اگر موجودہ استبداد کا طلسم ٹوٹ جائے تو صحافی نظام ایک بڑے شاندار اور ولولہ انگیز پیمانے پر چلایا جا سکتا ہے ——

حالانکہ موجودہ حکومت کے مکروہ پروپگینڈا نے حقیقی صحافت کے جس وقار

کو مٹی میں ملا دیا ہے۔ اُس کو دوبارہ عوام کی نگاہوں میں قائم کرنا بڑی ٹیڑھی کھیر ہے ـــــ!

*   *   *   *   *

*   *   *   *

دسواں خط

برلن

جولائی سنہ ۱۹۳۹ء

"کونڈر لیجن" یعنی وہ فوجیں جو سپین میں جنرل فرانکو کی امداد کو روانہ کی گئی تھیں۔ اُن کی واپسی پر اُن کے پُرجوش استقبال نے ہمارے قلوب میں مختلف جذبات کا ایک طوفان برپا کر دیا ——

عرصہ ہوا عوام میں اس راز کا کھلے طور پر انکشاف ہو چکا تھا کہ فوجیں سپین روانہ کی گئی ہیں —— لیکن فوجوں کے اعداد و شمار اور سامانِ جنگ کی مقدار مکمل طور پر معلوم نہ ہو سکی تھی —— اور تفصیل اموات کے متعلق تو ہم آج تک بے خبر ہیں —— اور اموات کی فہرست جو ہمیں پریڈ کے موقع پر سنائی جاتی تھی۔ اُسے ہم اصلیت کے ایک خفیف ترین تصوّر سے زیادہ اہمیت نہیں دے سکتے —— جرمنی کے کئی نوجوان بیٹے پردیس میں پردیسیوں کے مفاد کے لئے آگ اور خون میں نہا چکے ہیں ——

'کونڈر لیجن'، نام ہی کچھ ناگوار اور کراہت آمیز سا ہے۔ اور لفظ لیجن بھی 'فارن لیجن' کی تنفر انگیز یاد دلانے والا ہے ——— اِس نفسِ مضمون پر کچھ اسی قسم کے ہی تذکرے ہمارے دوسرے واقفکاروں میں بھی ہو رہے ہیں ——— اِن تقاریب پہ اَور اِن کے ساتھ سرکاری تقاریر اور مضامین پر بھی خوب دل کھول کر تنقیدیں اور اعتراضات ہوئے ——— ہمیں اب اَور کس بات کا یقین کرنا چاہیئے ——— کہ کئی سالوں تک تو یہ لوگ جنگِ سپین میں شمولیت سے انکار کرتے رہے ——— اور 'مجلسِ غیر جانبداران' کا ڈھونگ رچاتے رہے ——— ورشا کو بڑی سختی سے متنبہ کر دیا گیا تھا۔ کہ وہ اس معاملہ پہ ذرا بھی زبان نہ ہلائیں۔ ورنہ اس جرم کو حکومتِ وقت سے غداری کا ارتکاب سمجھا جاوے گا ——— اَور جنگ میں کام آنے والوں کے دوسرے اقربا کو مختلف قسم کے حادثات کے متعلق طرح طرح کے قصے گھڑ کر سنا دیئے گئے ——— اب اچانک ہی گزشتہ واقعات پہ نہ صرف ہمیں تبادلۂ خیالات کرنے کی اجازت مل گئی ہے۔ بلکہ خود حکام بھی ان 'غازیوں' اور ان کے شہرۂ آفاق کارناموں کے

متعلق چرچے کرتے ہیں ——— ! مجھے تو ڈر ہے۔ کہ کہیں ایسا نہ ہو۔ کہ تھوڑے ہی عرصے میں یہ رشتاغ کے جلنے کو بھی ایک "مشہورِ آفاق" کارنامہ کہکر تعریفوں کے پُل باندھنے لگیں گے۔ اور جو کچھ اجتماعی کیمپوں اور قید خانوں میں وقوع پذیر ہو رہا ہے۔ اُسے یکسر نظر انداز ہی کر دیا جائیگا ——— !

ایک دن میرے ایک ملنے والے نے کہا۔ "ہمیں پھر دھوکا دیا گیا ——— ! بھلا کیوں یہ ہمیں کئی سال تک واقعات کے قطعاً برعکس اطلاعات پہنچاتے رہے ——— ؟ ہماری فوجوں کے سپین بھیجے جانے کے متعلق جو خبریں غیر ملکی ریڈیو سٹیشن پر سناتے تھے۔ میں اُن پر اعتبار کرنا نہیں چاہتا تھا ——— لیکن جب آپ نے مجھے بتایا۔ کہ آپ حقیقتِ حالات سے خاص واقفیت رکھتے ہیں۔ تو میں نے پہلے تو اسے سمجھنے کی کوشش ہی نہ کی۔ اور جو سمجھا۔ تو یہ کہ آپ اگر ان بین الاقوامی ٹھگوں کے کارکن نہیں۔ تو پھر ان کے مظالم کے تختۂ مشق ضرور رہ چکے ہوں گے ——— فی زمانہ حقیقت کو انسان تلاش کہاں کرے ——— ؟ ہمارے لئے کونسی بات قرینِ قیاس ہو سکتی ہے ——— ؟ ہمیں

ایمانداری کے ساتھ اصل حالات سے کیوں نہ آگاہ کیا گیا ——— ؟ اب تو مجھے ہر بات مشتبہ اور مشکوک معلوم ہوتی ہے ——— ڈوش لینڈ نامی جنگی جہاز پر بمباری کے متعلق اصل واقعات کیا تھے ؟ ——— اور پھر گیورنکا میں کیا ہوا ؟ ——— کیا اب بھی اس حقیقت سے انکار کی کوئی وجہ ہو سکتی ہے۔ کہ ہماری حکومت دو لاکھ فوجیوں کو مراکو لے جانا چاہتی تھی؟ ——— اس قلیل عرصہ میں یہ دوسرا موقعہ ہے۔ کہ ہماری عقل و دانش پر ڈاکہ ڈالنے کی کوشش کی گئی ——— کئی ماہ سے آسٹریا اور زیکوسلاویکیہ کے خلاف تحریکات پر عمل درآمد شروع ہو چکا تھا۔ لیکن ہمیں بالکل مختلف قصے سنائے جاتے رہے۔ سپین کی جنگ کے دوران میں اس امر سے قطعی انکار ہوتا رہا۔ کہ ہمارا بھی اس کشمکش میں کچھ دخل ہے ——— صرف چند ہفتے پیشتر وزارتِ پروپیگنڈا نے اعلان کیا تھا۔ کہ "ہم نے ۱۹۱۸ء کے بعد کسی جنگ میں حصہ نہیں لیا"۔ لیکن اب کیا انکشاف ہوتا ہے۔ کہ "ہم تقریباً تین سال سے لڑائی میں مصروف ہیں۔ اور حکام میں اس حقیقت کے اظہار کی جرأت نہیں ——— شاید اُن کا خیال ہوگا۔ کہ اُنھوں نے اس رازداری میں

بڑی چالاکی سے کام لیا ہے ——— اوّل تو شاید اُنہیں ڈر تھا۔ کہ اِس لڑائی کا انجام اُن کی امیدوں کے خلاف ہوگا ——— اِس صورت میں وہ یہ ظاہر کرسکیں گے۔ کہ اُنہیں اس جھگڑے سے کوئی سروکار ہی نہ تھا!

——— اور یا پھر اِنہیں احتمال ہوگا۔ کہ اُن کا یہ اقدام کہیں ایک عام جنگ کا پیش خیمہ نہ بن جائے ——— اگر ایسا ہوا۔ تو ہمیں قبل دینے کے لئے یہ عُذر تراشا جائے گا۔ کہ "پہلے ہم پر حملہ کیا گیا تھا۔ جس کے جواب میں ہم اپنی حفاظت کے لئے ہتھیار اُٹھانے پر مجبور ہو گئے ——— ! اگر واقعی یہ حقیقت ہے۔ تو اُن کا طرزِ عمل نہایت خطرناک اور غیر ذمہ دارانہ ہے۔ اور وُہ ہمیں اصلیت سے بیگانہ رکھ کر ناک کی سیدھ چلنے پر مجبور کر رہے ہیں ———" +

اِن دروغ بافیوں سے ہی اُن کی تسلّی نہیں ہوتی۔ بلکہ ساتھ ہی اب وہ ہمارا تمسخر بھی اُڑاتے ہیں۔ جس خوبی سے اُنہوں نے ہر کام کو رازداری سے انجام دیا۔ اب تو وہ اس پر فخر کرتے اور شیخیاں بگھارتے ہیں ——— وہ اِن بیواؤں اور ماؤں کا مذاق اُڑاتے ہیں۔ جو دُکھتے ہوئے دل پہلو میں

لئے ہوئے اُن کے پاس اپنے گم گشتہ خاوندوں اور بیٹوں کے متعلق دریافت کرنے کے لئے جاتی ہیں ——— ہمارے نازک دماغ حکام اُن کے پُر اشتیاق سوالات کو سننے کی تاب نہ رکھتے ہوئے انہیں دفتر سے نکال باہر کرتے ہیں ——— اب وہ فوجیوں کے متعلق بہت بڑھ چڑھ کر باتیں بناتے رہتے ہیں۔ لیکن حال ہی میں ہمیں بھی معلوم ہو گیا ہے۔ کہ اِن سپاہیوں اور فوجیوں میں سے کتنے جلاوطن کرکے سپین بھیج دیئے گئے ہیں۔ صرف تھوڑی سی تعداد ایسے آدمیوں کی ہوگی۔ جو اپنی مرضی سے گئے۔ اور ان میں سے بھی بیشتر ایسے تھے۔ جو فوجی حکام کے احکام سے متاثر ہو گئے تھے ———

جو لوگ لڑائی سے زندہ بچکر آئے ہیں۔ انہیں یہ لوگ شہروں کے گلی کوچوں میں مارچ کرواتے پھرتے ہیں ——— جیسے سرکس کا کھیل ہوتا ہے ——— منشا صرف یہ ہے۔ کہ عوام اس دلکش منظر سے خوش ہوں ——— اور پھر فی الحقیقت یہ جانتے ہوئے کہ اس عرصہ میں کیا کیا کارگزاریاں ہوائیں، لوگوں کا حیلہ سازی سے یہ کہنا۔ کہ انہیں اس درون راز شجاعت کا وہم و گمان بھی نہ تھا۔ کھلی مذمت نہیں تو اور کیا ہے ———

حیف ہے ایسے بے ہودہ اور احمقانہ سوانگ پر ——— ! بلاشبہ بعض افراد ایسے بھی ہیں۔ جو اِس واقعہ کو اپنے حکمرانوں کی قابلیت اور ذہانت کا ایک ثبوت خیال کرتے ہیں ——— لیکن اِس حقیقت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ کہ بے حد خونریزی ہوئی ——— بہت آنسو بہائے گئے ——— اسلحہ سازی کے کاروبار میں بہت کچھ بد دیانتی عمل میں لائی گئی ——— دروغ گوئی کی انتہا نہ رہی۔ اور ان سب باتوں نے مل کر رعایا کے دل میں غصّے کی آگ کو بھڑکا دیا ——— مگر قہرِ درویش برجانِ درویش کے مصداق اظہار کی کوئی صورت نہ تھی ——— ہمارے اعتماد سے اس دفعہ پھر ناجائز فائدہ اُٹھایا گیا ——— جس ترشروئی اور درشتی سے حکومت اپنی سابقہ توضیحات سے انکار کرکے اپنی اصلیت کو بے نقاب کر رہی ہے۔ اس سے کئی حلقوں میں اُس کے خلاف غصّے، حقارت اور کراہیت کے جذبات پیدا ہو گئے ہیں ——— •

لوگ کہتے ہیں۔ "یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔ کہ کوئی اب بھی ان پر اعتماد رکھ سکے۔ جبکہ کئی سال تک اس قسم کی فریب کاری کو اتنی کامیابی کے ساتھ

نبھایا گیا ——— بایں ہمہ اب ہم کس طرح ان کے ایک لفظ پر بھی یقین کر سکتے ہیں ——— ؟ کیا یہ بات قرینِ قیاس نہیں کہ موجودہ حالات میں بھی وہ ہمیں اپنی مکارانہ شعبدہ گری کا شکار بنائے ہوئے ہوں ——— ؟

*   *   *   *   *

*   *   *   *

گیارھواں خط

بٹفیلڈ

اگست سنہ ۱۹۳۹ء

میں چند لمحوں کے لئے بحرِ سراسیمگی میں ڈوب گیا۔ جبکہ ایک نوجوان دوشیزہ میرے مکان میں وارد ہوئی اور اُس نے مجھے تمہارا پیغام دیا۔ ہم عرصہ تک ایک دوسرے کو معنی خیز نظروں سے دیکھتے رہے اور ہمارے شکوک ایک دوسرے کے متعلق لحظہ بہ لحظہ بدلتے رہے۔ کیونکہ گستاپو ہمیں پھانسنے کے لئے اپنے ہر حربہ کو بروئے کار لاتا ہے۔ اس لئے یا تو ہمیں خاموش رہنا پڑتا ہے یا سو فیصدی نازی نہیں بلکہ ۱۵۰ فیصدی نازی بننا پڑتا ہے :-

ہنگری اور چیک ریپبلک سے جو خبریں نشر کی جا رہی ہیں وہ تم نے پڑھی اور سُنی ہونگیں۔ میں اُن کی تائید کرتا ہوں۔ آجکل جرمنی میں گستاپو کے خلاف نئی بے چینی پیدا ہو رہی ہے۔ اب تک تو چیک سلاوک پول

اور یہودی (جن کو جرمنوں نے مفتوح کیا ہے) ہی گستاپو سے متنفر تھے۔ مگر کچھ دنوں سے تو خود جرمنوں میں بھی گستاپو کے خلاف جذبہ پیدا ہو گیا ہے۔ اب ہٹلر سے زیادہ کسی لیڈر سے زیادہ نفرت نہیں کی جاتی۔ اور گستاپو سے بھی لوگوں کا دل دن بدن ہٹتا جا رہا ہے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ اس بیزاری کی وجہ یہ ہے۔ کہ گستاپو کے ممبر فوجی خدمت سے مستثنیٰ کر دیئے گئے ہیں۔ مقتولین و مجروحین جنگ کی فہرست روز بروز بڑھتی جاتی ہے اور جرمنی کے متوسط طبقہ کے لوگ جب یہ دیکھتے ہیں کہ اُن کے باپ، بھائی اور بیٹے تو میدانِ جنگ میں موت کے منہ میں برابر دھکیلے جا رہے ہیں اور گستاپو کے ممبر مزے سے زندگی کی نعمت سے بہرہ اندوز ہو رہے ہیں۔ تو اُن کے دلوں میں نفرت کا جذبہ پیدا ہونا بالکل فطری ہے اس سلسلہ میں اگر یہ ملحوظ خاطر رہے کہ اس وقت گستاپو کے ممبروں کی تعداد پندرہ لاکھ سے زیادہ ہے۔ تو معاملہ اور بھی واضح ہو جائیگا۔ اور یہ بڑھتی ہوئی نفرت کچھ بھی تعجب انگیز نہ خیال کی جائیگی +

اسٹمدک، ایک طالب علم نے ڈوہاسلز میں گستاپو کے ایک ممبر پر

قاتلانہ حملہ کیا اور اُسے مجروح کر کے فرار ہو گیا۔ مقتول مرتے مرتے صرف یہ کہنے میں کامیاب ہو سکا کہ مجھے اسٹمدک نامی ایک مقامی طالب علم نے مارا ہے۔ اسٹمدک کی گرفتاری کے لئے ۲۰۰۰۰ کرونز (جرمنی کا سکہ) کا انعام مشتہر کیا گیا۔ لیکن طالب علم کا کوئی پتہ نہیں چلتا۔ گویا جرمنی کی اس وقت یہ حالت ہے۔ کہ اگر گستاپو کا کوئی ممبر اپنی ذاتی مخالفت کی بنا پر کسی دوسرے جرمن کا نام لے دے۔ تو بغیر کسی تحقیق کے اُس بے گناہ شخص کو سزا دی جاتی ہے۔ گستاپو کی ان ظالمانہ سرگرمیوں کی بدولت جرمن پبلک میں اُن کے خلاف بے چینی بڑھتی جا رہی ہے ؛

اس وقت جرمنی آلاتِ حرب کی تیاری میں اپنے تمام صنعتی اور مادی ذرائع صرف کر رہا ہے۔ اور اسلحہ سازی میں انتہائی ترقی کی جا رہی ہے۔ فیوہرر نے حال ہی میں "جنگی اہمیت کی کوشش" کی چوتھی معرکہ آرا جدوجہد کا افتتاح کیا۔ "اہمیتِ جنگ کی جدوجہد" کا مقصد ہوشیار کاریگروں سے زیادہ سے زیادہ مشقت لینا ہے۔ تاکہ کارخانوں میں زیادہ سے زیادہ اور جلد سے جلد آلاتِ حرب تیار ہو سکیں۔ لیکن جرمنی کے کاریگر اور مزدور

اس "عجلت" کار سے اتنے خوش نہیں جتنے کہ نازی لیڈر اور جرمن فیکٹریوں میں مزدوروں اور کاریگروں نے آپس میں سرگوشیاں کرنی شروع کر دی ہیں۔ تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ جرمنی کی صنعتی دنیا میں ایک زبردست انقلاب آنے والا ہے۔ مزدور اور کاریگر "تنگ آمد بجنگ آمد" کی ضرب المثل کو مدِ نظر رکھتے ہوئے نازی ازم کے خلاف علمِ بغاوت بلند کر دینگے۔

نازیوں نے مفتوحہ علاقوں کے سامانِ خور و نوش کو جرمنی میں منتقل کرنے کی جو کارروائی جاری کی ہوئی ہے۔ اس کا نتیجہ بلجیم اور ہالینڈ میں ظاہر ہو رہا ہے۔ دونوں ممالک کی آبادی اس وقت نیم قحط زدگی میں مبتلا ہے۔ انہیں نہ تو روٹی میسر آتی ہے نہ مکھن اور نہ انڈے ملتے ہیں۔ اور گوشت تو بالکل نایاب ہے۔ کیونکہ مویشی تک کاٹ کر گوشت جرمنی بھیجدیا گیا ہے۔ لوگوں کے لئے معمولی شوربہ خانے کھولے جا رہے ہیں۔ کیونکہ اس کے بغیر حقیقی فاقہ کشی ہونے لگے گی۔ مگر آخر تا بکے۔ ان ممالک میں کچھ دنوں کے بعد زبردست قحط پڑ جائیگا۔ اور اس کے بعد جو اُن کی حالت

ہوگی۔ وہ تم پر روزِ روشن کی طرح عیاں ہے ؀

"حفاظتی علاقہ" میں جو پہلے جمہوریہ چیک کے ماتحت تھا۔ نازی بربریت اور ظلم و جبر اپنے انتہا پر پہنچ چکا ہے۔ وہاں ایک نیا قانون نافذ کیا گیا ہے۔ جس کی رُو سے چیکوسلواکیہ کے تمام ذاتی اور عام کتب خانوں سے چیک مصنفوں کی کتابیں نکال دی جائیں گی۔ ان مصنفوں میں جمہوریہ چیک کے بانی پروفیسر ماریک اور چیکوسلواکیہ کے سابق صدر بنشیس بھی شامل ہیں۔ ان چیک مصنفوں کی کتابوں کے علاوہ یہودی مصنفوں کی کتابوں سے ان کتب خانوں کو مبرا کر دیا گیا ہے۔ لیکن لینن، سٹالن اور گورکی کی کتابیں ممنوع نہیں ہیں۔ البتہ کارل مارکس اور فرڈینینڈ لیسلے کی کتابوں کا بھی وہی حشر ہوا ہے جو دوسرے یہودی مصنفوں کی کتابوں کا۔ غرضیکہ نازی زندگی کے ہر شعبہ پر چھانے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں اور وہ جرمنی کے مفتوحہ علاقوں کے تمام باشندوں کو فوجی غلامی میں مبتلا کر رہے ہیں جس کا ردِ عمل ہونا لازمی ہے ؀

× × × × ×

بارھواں خط

ہمبرگ

اگست سنہ ۱۹۲۹ء

کالیچرن ایک خوش قسمت ہستی کچھ عرصہ کے لئے ہالینڈ کی سیر و سیاحت کے لئے جا رہی ہے۔ لہٰذا اُس نے تمہیں خط پہنچانے کے خود کو اس خدمت کے لئے پیش کر دیا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ وہ جس قدر گرمجوشی سے "ہیل ہٹلر" کہے گی۔ اتنی ہی وہ جامہ تلاشی سے محفوظ رہے گی۔ اس لئے وہ بات جو کہ میں پوسٹل افسروں کے مقرر کئے ہوئے جاسوسوں کے خطرے کو مدِ نظر رکھتا ہوا نہیں لکھ سکتا تھا۔ اب تمہیں باسانی معلوم ہو جائے گی ◆

تم اُس شاندار راستے کا تصور نہیں کر سکتے۔ جس کے ذریعہ یہ چیزیں تھرڈ ریس میں آئی ہیں۔ وہ حیرت انگیز ضرب المثل "ہمارا سب کچھ فیوہرر کی ملکیت ہے" ہر وقت ہمارے لبوں پر رقص کرتی ہے۔ لیکن نازی

ہمارے خیالات کی تعریف نہیں کرتے +

اس کا مطالعہ کرو کہ ہم کیک کس طرح تیار کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ چیز ہماری موجودہ بودوباش کے معیار پر کافی روشنی ڈالے گی۔ عرصہ سے ہمارے مکھن کا بندوق سے تبادلہ ہوچکا ہے۔ اور ہم اپنا کیک پنیر، دہی اور انڈوں سے بناتے ہیں۔ اور ہم گزشتہ جنگ کی طرح آلوؤں کو بروئے کار لانے کے لئے ان کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔ ہمارا آٹا بھوسے کی طرح ہے۔ اور جیسے ہم کیک کہتے ہیں سؤروں کو کھلانے کے قابل ہیں +

اور یہی حالت ہماری خوراک کی ہے۔ اگر آپ کے پاس کافی دولت ہے اور آپ کے تعلقات افسرانِ بالا سے اچھے ہیں تو آپ حسب منشا خوراک حاصل کر سکتے ہیں۔ ورنہ محروم رہیں گے۔ مونابرمان اور دیگر خودغرض اگر ان کا پیٹ بھرا ہوا ہو۔ تو دوسروں کی مطلق پروا نہیں کرتے مختصر یہ کہ ہماری حالت گزشتہ جنگِ عظیم سے بھی نازک ہے +

ہم نے اپنے پرانے کپڑے گردآلود صندوقوں سے باہر نکال لئے ہیں کیونکہ اس وقت وہ ہمارا بہت قیمتی اندوختہ ہیں۔ شاید تمہیں یاد ہوگا۔ وہ

میرا پرانا چیسٹر جس کو میں پہننا گوارا نہیں کرتا تھا۔ اسے میں نے گرد آلودہ صندوق میں سے باہر نکال لیا ہے اور اس کی مرمت کر رہا ہوں۔ کیونکہ یہ پرانے کپڑے ان کپڑوں سے بہتر ہیں۔ جو کہ ہم اب خریدتے ہیں +

فرنانز جو کہ اپنے گریزن کے ساتھ ایسٹ پروشیا میں تھا۔ چند دن سے چھٹی پر آیا ہوا ہے۔ تم نے ہماری جنم بھومی کے زبردست محافظ کے جگر سوز خراٹے نہیں سُنے۔ اب وہ پہلی سی سرگرمیوں سے قطعاً معرا ہے۔ اُن میں سے بہتیرے تو تھکاوٹ کی وجہ سے نڈھال ہو رہے ہیں اور چند ایک نے تو خودکشی کر لی ہے۔ اور وہ ایسا کرتے بھی کیوں نا؟ محاذِ جنگ پر اُن کا راشن خشک شہد آلودہ سموسے تھے۔ جو کہ ہمارے بہادر ہمراہ لیے ہوئے دُنیا کو فتح کرنے نکلے تھے +

ہمارے نوجوان گو شاید آر ٹو کریسی سے اس قدر بیزار ہو گئے ہیں کہ قطعاً اس کی پیروی نہیں کرتے۔ اور یہی حال تمام آبادی کا ہے +

× × × × ×

× × ×

تیرھواں خط

تھیورتکین

ستمبر ۱۹۳۹ء

اَب ہمیں اپنی دکانیں کُھلی رکھنی پڑتی ہیں۔ جب کہ ہمارے پاس بیچنے کے لئے کچھ نہیں ہو۔ یہ نیا حکم ہے۔ پہلے ہمارا اگریمنٹ ہُوا تھا جس کی رُو سے ہمیں سودا فروخت کرتے ہی اپنی دکانیں بند کرنی پڑتی تھیں۔ لیکن اب یہ اصول ممنوع قرار دے دیا گیا ہے"۔ یہ مجھے ایک بُوچر نے کہا تھا۔ جسے میں کئی سالوں سے جانتا ہوں اور جس کے ساتھ میں اس وقت آزادانہ گفتگو کیا کرتا ہوں۔ جبکہ اُس کی دکان میں کوئی غیر شخص موجود نہ ہو۔ وہ کسی زمانے میں نازی پارٹی کا ممبر تھا۔ اور اُس کی سرگرمیاں خواہ وہ گھر پر ہو یا اپنی جماعت میں ایک ہی حالت میں برقرار رہتی تھی ۱۹۳۹ء میں اُس نے آسمانوں کے در نیچے میں اپنی آنکھوں کے سامنے کھلتے دیکھے اور اس نے چند ہی دنوں میں بڑبڑانا شروع کر دیا۔ اور ابھی تک اس مرض

میں مبتلا ہے۔ پہلے پہل میں اُس پر اعتبار نہ کرتا تھا۔کیونکہ میرا خیال تھا۔کہ وہ حکومت کے متعلق میرے خیالات کا مطالعہ کرنا چاہتا ہے۔لیکن آخرکار اُس کے بے قرار اندازِ بیان سے میں نے یہ معلوم کر لیا۔کہ وہ واقعی موجودہ نظم و نسق سے بے زار ہے ۔

اُسے سب سے بڑا دکھ کاروباری مشکلات کا ہے۔کیونکہ ایک محدود و قلیل رسدی حصّہ اُسے میسّر آتا ہے۔اور اُسے حکّامِ بالا کی طرف سے اتنا سامان دیا جاتا ہے۔جتنا کہ اُس کے رجسٹری شدہ گاہک کو لینا مقصود ہوتا ہے۔اگر وہ اپنے خریداروں کو اچھی قسم کا گوشت نہ دے تو وہ دوسری دکان کا راستہ لیتے ہیں۔حالانکہ یہ اُس کا قصور نہیں۔وہاں ہر قسم کے گوشت کی سخت قلّت ہے۔جس کی وجہ سے اُس کے تعلّقات خریداروں کے ساتھ ہمیشہ ناخوشگوار رہتے ہیں۔اور وہ اس بیہودیانہ ایذا رسانی کے ذریعے اپنے بے شمار گاہک ضائع کر چکا ہے ۔

وہ ایک شاندار کاروبار کا مالک تھا۔لیکن اب اس کی تجارت گر چکی ہے۔کیونکہ ہر چیز کی قیمت مقرر کر دی گئی ہے۔اور ٹیکس افسر خوردبینی نگاہوں

سے اس کی آمدنی کے رجسٹروں کا معائنہ کرتے ہیں ——— معمولی سے معمولی چیز کو بڑی اہمیت دی جاتی ہے۔ اور ٹیکس شدت سے لگائے جاتے ہیں۔ اور اگر وہ اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرے تو اُسے کہا جاتا ہے "اگر یہ چیزیں تمہارے لئے باعثِ مصیبت ہیں تو دکان بند کیوں نہیں کر دیتے۔ ہمارے پاس بے شمار بوچڑوں کی دکانیں ہیں۔ لیکن کام کرنے والے کافی نہیں۔ اِس لئے اگر تمہیں سگفریڈ لائن پر خندق کھودنے کے لئے وہاں بھیج دیا جائے تو ممکن ہے تمہاری زندگی خوشگوار ہو جائے"۔ یہاں کی ہر صبح اور ہر شام اپنے ساتھ مصیبتوں کے کارواں لاتی ہے۔ کسی اچھے تغیّر و تبدّل کی توقع نہیں کی جا سکتی ——— معلوم نہیں یہ مصیبتیں کیسے ٹلیں گی ۔

× × × × ×

× × × ×

چودھواں خط

برلن

ستمبر سنہ ۱۹۳۹ء

میں نے سُنا ہے کہ نازی لیڈروں کے باہمی جھگڑوں کا ہر طرف چرچا ہو رہا ہے۔ جہاں تک باہمی جھگڑوں کا تعلق ہے۔ ان جھگڑوں کی حیات کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ مگر یہ جھگڑے کچھ خاص اہمیت نہیں رکھتے گوئبلز ابھی تک زندہ ہے۔ اور کسی دیگر شخص کو گولی کا نشانہ نہیں بنایا گیا وقتی طور پر گوئبلز ان سرگرمیوں سے علیحدہ ہے۔ ممکن ہے اُسے عنقریب ہی پھر محاذِ جنگ پر بُلا لیا جائے (گولی کھانے یا شکست کا اعتراف کرنے کے لئے؟) اس دماغی بازیگر نے ایک یقینی شکست کو کامیابی میں بدل دیا ہے۔ یقیناً گوئبلز اس ہنگامے میں ایک ہوشیار انسان ہے۔ اُس نے ہمیشہ ہٹلر کو انتباہ کیا ہے کہ وہ اس تصادم کو نازک مقام سے دور رکھے۔ اُس کے خیال میں میونخ انتہا تھی۔ اور اُس نے پیشگوئی کی تھی۔ کہ مغربی طاقتیں اپنی

حیات کو محفوظ رکھنے کے لئے پراگ سے انتقام لیں گی۔ اس کے علاوہ گوئبلز ہٹلر سے جھگڑا۔ کیونکہ ہٹلر ربن ٹراپ کے اس خیال کی تائید کرتا تھا۔ کہ انگلینڈ اور فرانس کبھی بھی جنگ میں حصّہ نہیں لیں گے۔ لیکن معمولی طور پر اپنا بچاؤ کریں گے ——— اور یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ گوئبلز نے جنگ کے ہنگامے سے پہلے ہی ہٹلر کو اعلانِ جنگ سے باز رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی تھی۔ اور اُسے بتایا تھا۔ کہ اگر تم نے اعلانِ جنگ کر دیا۔ تو نازی عظمت کی دھجیاں اُڑ جائیں گی۔ لیکن اس کے نمایاں دشمن گوئرنگ اور ہملر نے اس نے ایک نہ سُننے دی، اُسے بزدل کہا اور ہٹلر کو گوئرنگ کے جنگی کابینہ کا اجلاس منعقد کرنے کے لئے مجبور کر دیا ۔

گوئبلز کی پالیسی کے حامیوں کا گروہ تباہ ہو چکا ہے۔ اور گوئبلز بذاتِ خود وقتی طور پر ایک مردہ انسان کی حیثیت رکھتا ہے۔ کیونکہ اس کی پالیسی کے فیل ہو جانے سے اس کی سرگرمیاں سرد پڑ گئی ہیں۔ اب وہ اپنی بیوی ماگڈا کو پیانو بجاتے ہوئے دیکھنے کا مشتاق ہے۔ دل کے بہلانے کا بہترین مشغلہ ہے۔ اور اگر وہ کسی نازی مدبر کے ساتھ دن کے کسی حصّے

ہیں شطرنج کی ایک دو بازیاں کھیل لیا کرتے تو یقیناً ڈاکٹر گوئبلز کی جنگی سپرٹ مُردہ نہ ہوتی) جس کی حفاظت گوئرنگ کے ذاتی محافظ کرتے ہیں ۔

گوئبلز کے منصوبے بیشک خاک میں مل جائیں۔ اس کا گروہ صفحۂ دنیا سے حرفِ غلط کی طرح مٹ جائے۔ لیکن پیشیمانی ازم جسے اُس نے خود اپنے ہاتھ سے بویا تھا۔ دن بدن بلند ہوتا جا رہا ہے۔ کوئی بھی ذی شعور لیڈر یہ یقین نہیں کرتا۔ کہ اس جنگ میں ہمیں فتح ہو گی۔ صرف امید کی ایک خفیف سی شعاع اُن کی آنکھوں کے سامنے مرتعش ہے ۔

گوئبلز صرف جنگ کے خلاف ہی جد و جہد نہ کر رہا تھا۔ بلکہ بالشویک پیکٹ کے بھی سخت خلاف تھا۔ اس کا سب سے پہلا اگریمنٹ روزین برگ سے ہوا۔ لیکن روزین برگ نازی آئیڈیالوجی کا متمدن پیغمبر خود بھی ختم ہو چکا ہے۔ (نامرادی اسی کا نام ہے) ۔

x x x x x

x x x x

پندرھواں خط

(ایک متجّار کے قلم سے)

نومبر ۱۹۳۹ء

ہم اپنا سامان خریداروں کے گھر نہیں بھیج سکتے۔ اور نہ ہی اُنکی خواہش کے مطابق اُن سے معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔ کہ وہ کیا خریدنا چاہتے ہیں۔ ہمیں حاکموں کی طرف سے سٹاف کو کم کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ اس لئے کہ کچھ آدمیوں کو فیکٹریوں میں کام کرنے کے لئے یہاں سے بدل دیا جائیگا۔ اس کے علاوہ ہمیں ان بے شمار حکموں کی تعمیل کرنی پڑتی ہے۔ جو کہ نازی پارٹی نے تجارت کو قابو میں لانے کے لئے ہم پر نافذ کئے ہیں۔ میں تم کو اپنی ان مصیبتوں کے ذکر اذکار سے رنجیدہ نہیں کرنا چاہتا۔ اس لئے جو مصیبتیں ہم پر ٹیکس افسروں کی بدولت نازل ہوتی ہیں۔ اُن کے تذکرے سے دیدہ و دانستہ احتراز کرونگا۔ حالانکہ میں فقط اسی موضوع پر صفحات لکھ سکتا ہوں ÷

ایک مبہم خطرہ مجھ پر محیط ہے۔ وہ یہی کہ نا معلوم مجھے کس وقت دکان بند

کرنے کے لئے مجبور کیا جائے۔ کیونکہ اسی سٹریٹ میں جہانکہ میری دکان واقع ہے۔ دو اور دکانیں ہیں۔ جو کہ یہی سامان بیچتی ہیں۔ ممکن ہے میرے ہم پیشہ حکام بالا سے ساز باز رکھتے ہوں۔ اور شاید اُن کی حالت مجھ سے بہتر ہو اور وہ ان افسروں کی ہتھیلی گرم کرتے ہوں۔ اس کے متعلق میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ اور اگر ایسا ہے۔ تو مجھے یقین ہے کہ عنقریب ہی میرا کاروبار بند کر کے مجھے کسی فیکٹری یا سگفریڈ لائن پر بھیجدیا جائیگا۔ (چلو رخصت ہوئی۔ چڑھ جا بیٹا سُولی۔ رام بھلی کرینگے، اگر ایسا ہی خیال ہے۔ تو جاتی دفعہ بال بچے کو کسی مقامی یتیم خانے میں داخل کروا جانا۔ ممکن ہے واپس آنا نصیب نہ ہو)

میں ایک ایسی مصیبت میں مبتلا ہوں۔ کہ آپ مجھے اس مصیبت سے نجات دلانے میں میری مدد نہیں کر سکتے (حوصلہ رکھو۔ ہراساں ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ ممکن ہے اتحادی قوتیں تمہاری مسیحائی کریں) اور یہی حالت میرے ملازموں کی ہے (میرا خیال ہے۔ کہ آئندہ موسم بہار میں تمہارا قائد اعظم بھی اسی مرض میں مبتلا ہو جائیگا) میں جو کچھ کہتا ہوں وہ انہیں سودائی بنا دیتا ہے۔ خیر یہ تو ہوا۔ لیکن اس وقت میں کیا کر سکتا ہوں۔ جبکہ خریدار بھی بے سمجھے بوجھے

دیوانوں کی سی ہانکنے لگیں۔ کیا میں اُنہیں کچھ جواب دے سکتا ہُوں ؟ (جی ہرگز نہیں۔ ایسے دیوانوں کو ڈاکٹر گوئبلز کے گھر کا راستہ دِکھادیا کرو۔ مجھے یقین ہے۔ کہ پھر تمہاری بجائے گوئبلز کے مکان کے سامنے دیوانوں کے ہجوم ہُوا کرینگے۔ وہ اپنی زبان میں سوال کرینگے۔ اور گوئبلز انہیں اُن کی زبان میں جواب دیگا) آجکل آپ جرمن لوگوں کے بشرے کو دیکھکر یہ معلوم نہیں کر سکتے۔ کہ وہ کیا سوچ رہے ہیں۔ لوگ بہت مکار ہو گئے ہیں۔ اور اُنھوں نے دھوکہ دینے کی دسترس خود میں پیدا کر لی ہے۔ (پیٹ بڑی بلا ہے) جرمنی کا ہر شخص جھوٹ بولتا ہے۔ اور سچ سے اُسے کوئی سروکار ہی نہیں (مبارک ہیں وہ جرمن لوگ جو اپنے جھوٹے ڈکٹیٹر کی پیروی کرتے ہیں) میرے خیال اگر جرمنی کے لوگوں کو جھوٹ بولنے والوں کی کمیونٹی کہا جائے۔ تو بیجا نہ ہوگا؛ ہمیں ایسے لوگوں پر بہت غصہ آتا ہے۔ لیکن اپنے غصے کو دبانا تقاضائے وقت ہے۔ اس لئے ہم سوائے اس کے اور کیا کر سکتے ہیں۔ کہ اُن سے بے مروتی سے پیش آئیں +

آجکل اشیائے خوردنی کی سخت قلت ہے۔ اگر آج ممکن نہیں ہے تو

کل یقیناً انڈے نایاب ہونگے - اور کافی کا تو ذکر ہی نہ کرو - (شاید نازی سپاہیوں کو محاذ جنگ پر مکھن اور انڈوں کی بجائے کافی کے جگ بھر بھر کر دیئے جاتے ہیں - اور ممکن ہے کچھ عرصہ کے بعد وہ بھی نصیب نہ ہو سکے) اگر میں اپنے خریداروں کو اچھی قسم کی کافی نہ دوں - تو وہ مجھے گالیاں دیتے ہیں (شکر کرو مارتے نہیں - ورنہ تمہارا وہی حشر ہوتا - جو کہ یہود کا ہوا تھا) اور مجھے دھوکہ باز کہتے ہیں - (تو تمہیں فخر کرنا چاہیئے نازی پارٹی کے ممتاز لیڈر دھوکہ باز ہیں - جو تم کو دھوکہ باز کہے - اس کے دستخط لے لو اور چند ماہ کے بعد دستخطوں کے اس پلندے کو ہٹلر کے سامنے پیش کر دینا - یقیناً تمہیں ریشتاغ میں منعقد ہونے والے ہر اجلاس میں نشست پیش کی جائے گی) لیکن میں کافی کی پھلیاں بنانے والا نہیں ہوں - (کاش آپ ہوتے) اس کے سوا اور کیا کر سکتا ہوں - کہ تازہ مال کی آمد کا انتظار کروں +

× × × × ×

× × × ×

سولھواں خط

(سنٹرل جرمنی)

دسمبر ۱۹۳۹ء

ہمارے ایک دوست کے ایک جرمن افسر سے گذشتہ جنگِ عظیم سے دوستانہ تعلقات چلے آتے ہیں۔ اس افسر کی ایسی حالت ہے۔ کہ وہ ہمارے نامہ نگار سے ۱۹۳۳ء کے اخیر میں ملاقات کر سکتا تھا۔ وقتاً فوقتاً ہم اس حاکم سے دلچسپ خبریں فراہم کرتے رہے ہیں۔ اس نے سوویٹ روس کے معاہدے کے انجام کے پہلے ہی پیشگوئی کر دی تھی۔ اور چند مہینے گزرے اُس نے یہ بھی پیشگوئی کی تھی۔ کہ پولینڈ کے حصے بخرے ہونگے۔ اور ریاستہائے بالٹک روس کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دینگے۔ یہ افسر سرمایہ داروں کے سخت خلاف ہے۔ اور اپنے دل میں ایک نئے انقلاب کی رومان انگیز خوش فہمیوں کی پرورش کر رہا ہے ۔

ہمارے دوست نے ۱۲ ستمبر ۱۹۳۹ء کو اُس کے ساتھ گفتگو کی تھی۔ اور

اُس نے اس گفتگو کا خلاصہ جو کہ وہ یاد رکھ سکتا تھا۔ اُسی وقت لکھ لیا تھا۔ مندرجہ ذیل ریکارڈ ۹۔ اکتوبر کو لنڈن بھیجا گیا تھا۔ یہ بلحاظ ترتیب و تاریخ بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ مندرجہ ذیل سطور نازی ازم کو کھلم کھلا چیلنج ہیں اور اس کتاب کے لئے موزوں اختتام لئے ہوئے ہیں :-

"وہ لکھتا ہے":-

"تم مجھے ابھی تک اچھی طرح نہیں سمجھ سکے۔ حالانکہ میں تمہیں قائل کرنے کے لئے بے شمار کوششیں کر چکا ہوں۔ مجھے خدشہ ہے۔ کہ میں اس دفعہ بھی تمہاری توجہ اپنی طرف مبذول نہ کرا سکونگا۔ اور تم مجھے ماننے کے لئے قطعاً تیار نہ ہونگے۔ لیکن تمہیں اس کا اعتراف کرنا چاہیئے۔ کہ میں نے ماضی میں جو پیشینگوئیاں کی تھیں۔ وہ پوری ہوئی تھیں۔ اور تمہیں یقین دلاتا ہوں۔ کہ اب جو کہونگا۔ اُس کی تاریخ شاہد رہے گی ÷

نوعِ انسان نے بھی اس قدر ترقی نہیں کی۔ کہ وہ صرف فہم و فراست کے ذریعے نئے عندیہ کو طاقت بخشنے میں مطمئن ہو سکے۔ اِس

قسم کا اختتام بغیر قتل و غارت کے حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ نازی اِس کام کے لئے بے کار ثابت ہونگے۔ کیونکہ اُن کی پے بہ پے فتوحات نے اُن کو زخمی کر دیا ہے۔ اُن کا کام مکمل ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ اور وہ کیا کر سکتے ہیں۔ کہ لازوال کی گہرائیوں کی طرف بھاگنے لگیں۔ ہم فقط اس ٹریجیڈی کا انتظار کر رہے ہیں۔ جو اِس آگ اور خون کے کھیل کے اختتام پر پر رُونما ہوگی۔ اور یقیناً تمام کائنات آگ کے شعلوں میں الجھ کر رہ جائے گی۔ اگر اِس وقت ڈیموکریسی ایک نیا اور مضبوط طریقہ رہنے کے لئے قائم نہیں کر سکتی۔ تو کیا ہوا۔ اِس کا عروج یقینی ہے *

× × × × ×

× × × ×

"تتمہ"

جب سے دیارِ یورپ میں ہنگامۂ حرب و پیکار گرم ہوا ہے۔ بہت سی خبریں اور اطلاعات جرمن فریڈم پارٹی سے موصول ہوئی ہیں۔ مندرجۂ ذیل خبریں اُن بے شمار خطوط سے منتخب کی گئی ہیں۔ جو کہ ستمبر سے لیکر اکتوبر ۱۹۳۹ء کے آغاز تک لکھے گئے:۔

جرمن شہروں سے خبریں

برلن:۔

جرمنی کے تاریک و ہولناک مستقبل کی افواہیں۔ تحیّر انگیز رفتار کیساتھ ہر طرف متحرک ہیں۔ گوئرنگ نے اخباروں کو انتباہ کیا ہے۔ کہ وہ اس خیال کو نشر کریں۔ کہ موجودہ صورتِ حالات میں جرمنی اور فرانس

کے درمیان جنگ ہونے کا کوئی امکان نہیں ——— اور اس کا اظہار کیا گیا ہے۔ کہ فرانس میں دو جماعتیں اختیار و اقتدار کے لئے برسرِ پیکار ہیں ——— ایک جنگ کی حمایت میں اور دوسری صلح و آشتی کی متمنی ہے۔ ہمیں بتایا گیا ہے۔ کہ حامیانِ سکون فتح حاصل کرینگے ؛

اخبارات اس پر زور دے رہے ہیں۔ کہ مسولینی کا رویہ معاہدے کی حمایت میں ہے۔ لیکن اس سے بے اعتباری عیاں ہے ——— کفایتی انجمنیں اس لئے بے حد بیقرار ہیں۔ کہ اٹلی کو اپنے قول و اقرار پر صادق رہنا چاہیئے۔ کیونکہ وزارتِ جنگ میں منکر لوگوں کی کثرت ہے ——— فیلڈ مارشل گورنگ نے اخباروں کو انتباہ کیا ہے۔ کہ وہ سوویٹ روس اور جرمنی کے دوستانہ تعلقات کی تعریف کریں ——— اور ہمیں یہ بتایا گیا ہے۔ کہ روس کی جنگی تیاریاں مغربی طاقتوں یعنے ڈیموکریسی کے طرفداروں کے خلاف استعمال کی جائینگی۔ اٹلی، روس کے ساتھ مل کر فرانس اور انگلینڈ کے خلاف نبرد آزما ہونگے ؛

ہٹلر سٹالن دوستانہ یا اتحاد کس قدر تعجب انگیز ہے - نازی پراپیگنڈا مشن اپنے نئے مددگار (جو ممکن ہے وقت آنے پر محوری طاقتوں کی دھجیاں اُڑانے والوں کا مددگار ثابت ہو) کی صفت و ثنا کے اوراق باہر نکال رہی ہے جو اس قسم کی طویل حکایتیں لئے ہوئے ہیں - کہ ہمیں (نازیوں) کفایتی مدد دی جائے گی - لیکن باوجود اس طفل تسلی کے ہر فرد و بشر کو شبہ ہے کہ جرمنی نے دھوکہ کھایا ہے - (سوویٹ روس کے لامانے جرمنی کی خونی رقاصہ کو اپنے سحر سے دام تزویر میں پھنسا لیا ہے) سٹالن یہ محسوس ہوتا ہے کہ ہٹلر کو جنگ کے آتش فشاں دہانے تک آتے وہیں چھوڑنے کے لئے لیجانا چاہتا تھا ؎

سوشل ڈیموکریٹز، (سلطنت جمہوریت کے طرفدار) پرانے اتحادی تجار، اور کمیونسٹوں نے اس چیز کا اعتراف کر لیا تھا - کہ روس (وقت کی آواز پر) اعلانیہ مغربی طاقتوں سے ساز باز کا خط لے گا - اور نازی ازم کی سخت مخالفت کرے گا ـــــ برلن، ماسکو معاہدہ ان سب کے لئے ایک زبردست صدمہ تھا - آج شخص سٹالن کو سو فیصدی غدار کہنے کے لئے کمیونسٹوں سے اتفاق کرتا

ہے۔ کیونکہ اس نے سویٹ پالیسی میں کسی غیر شخص کو شرکت کرنے کا موقع دیا ہے ۔

گزشتہ چند سالوں میں ماہرین نے کچے سامان کا بہت سا ذخیرہ اکٹھا کر لیا ہے۔ کیونکہ انہوں نے حالات کی رفتار سے یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ اگر نازی باقاعدہ کافی دوامی مقدار میں غیر جانبدار ممالک سے مال درآمد کرنے میں کامیاب ہو بھی گئے۔ تو ۱۹۳۹ء کے اخیر میں جرمنی میں زبردست قحط کے نشانات ہویدا ہو نگے ۔

حکومت نے ہر قسم کی اجناس کے مطالبے کو کم کرنے کی تدابیر اختیار کر لی ہیں۔ گوئرنگ جو کہ "چھ سال تک کے اغراض و مقاصد کا وزیر ہے"۔ قوانین مرتب کر رہا ہے۔ جس میں اس نے ادھار پر سودا دینا قطعاً ممنوع قرار دیا ہے ۔

(ہمبرگ)

فیکٹریوں میں بے قراری و بے چینی سرعت سے بڑھ رہی ہے جبر و تحمل شکن رکاوٹ (جس کی وجہ سراسیمگی ہے) کاریگروں پر محیط ہے ——

اگر یہ تعطل و بے حسی کچھ عرصہ اور اُن پر طاری رہی تو یقیناً فیکٹریاں بند ہو جائیں گی۔ جس کی وجہ سے سامانِ جنگ مثلاً بمبار، مشین گنیں، گلائیڈرز، ٹینک اور بم تیار نہیں ہو سکیں گے جس کا اثر جرمنی کی موجودہ جنگ پر پڑے گا۔ اور ممکن ہے یہی چیز جرمنی کی شکست کا باعث ہو۔ مزدوروں اور کاریگروں کو آرام کرنے کے لئے بہت کم وقت دیا جاتا ہے۔ اس لئے اُن کی صحت خراب ہو جانے کا سخت اندیشہ ہے۔ ممکن ہے وہ نازی ازم کے خلاف ہڑتال کر دیں۔ پراپیگنڈا ہو رہا ہے۔ لیکن نازی کڑی نگرانی کر رہے ہیں۔

× × × × × ×

× × × × × ×

× × × × × ×

ہینور :- ۱۵ر جون

بحری محکمہ نے اعلان کیا ہے کہ جرمنی کی بندرگاہوں میں مقناطیسی سُرنگیں بچھا دی گئی ہیں - اور غیر ملکی جہازوں کو انتباہ کر دیا ہے کہ وہ ہمارے پانیوں میں نہ آئیں - ورنہ برباد کر دیئے جاؤ گے - اس کے علاوہ تار پیڈو کشتیوں کے خلاف جال بچھا دیا گیا ۔

\+ \+ \+ \+ \+ \+ \+

\+ \+ \+ \+ \+ \+ \+

برلن - ۱۷ر جون

آج دوپہر کو رائل ایر فورس کے جہازوں نے برلن پر سُرخ رنگ کے پمفلٹ پھینکے۔ جس میں جرمن پبلک کو ہٹلر کے خلاف اُبھارا گیا تھا۔ لیکن نازیوں نے یہ پمفلٹ لوگوں کو نہیں اُٹھانے دیئے اور اعلان کر دیا کہ جو شخص اِن پمفلٹوں سے دلچسپی لے گا اُسے گولی کا نشانہ بنا دیا جائے گا۔

\+ \+ \+ \+ \+ \+ \+

\+ \+ \+ \+ \+ \+ \+

سٹینیٹ ۱۸ جون

کل برلین ریڈیو پر وسیع جرمن غیر جارحانہ معاہدے پر وضاحت سے روشنی ڈالی گئی۔ جس میں بتایا گیا کہ رُوس کے تعلقات ہمیشہ جرمنی کے ساتھ خوشگوار رہیں گے۔ لیکن رُوس کی فوجیں مشرقی سرحدوں پر نقل و حرکت کر رہی ہیں۔ اِن فوجی سرگرمیوں کے کیا معنی ؟ ہمارے خیال میں تو رُوس موقع پاکر ضرور حملہ کر دے گا۔ وُہ ملک جس کا نعرہ "رُوس کو تباہ کردو" ہو وہ روس سے کہاں تک وفاداری کی توقع رکھ سکتا ہے۔ آتش فشاں کھول رہا ہے۔ پھٹنے کی دیر ہے۔ یہاں کے لوگوں میں بیحد اضطراب پایا جاتا ہے ؎